PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

PAKISTAN VIRTUAL LIBRARY
www.pdfbooksfree.pk

نیا مکتبہ اقرأ

ناگ، ماریا اور عنبر کی واپسی
کے پانچ ہزار سالہ سفر کی سنسنی خیز داستان

ماریا قتل ہو گئی

اے حمید

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ترتیب

- سانپوں سے بھرا ہوا صندوق
- کھوپڑی کی آواز
- ماریا قتل ہوگئی
- سانپ، قبر اور شعلہ
- ناگ کے منکے کا کرشمہ

قیمت =/۷ روپے

جملہ حقوق بحق پبلشرز محفوظ ہیں

بار اوّل ۱۹۸۳ء

ناشر: نیا مکتبہ اقرا ۱۴ [illegible]

طابع: الفرید پرنٹرز، لاہور

پیارے دوستو! خطرناک چہرے والے آدمی کو جب شیشے کے گولے میں نمودار ہونے والی روح نے کہا کہ تمہارے پاس ایک غیبی عورت کھڑی ہے۔ اسے ہٹا دو گے تو میں تمہیں شاہی لاش کا راز بتاؤں گی تو ماریا وہاں سے اپنے آپ ہٹ گئی۔ پھر روح اس آدمی کو راز بتاتی ہے اور وہ کاہن کی لاش کے سینے پر لکھے ہوئے بے پناہ قیمتی خزانے کے نقشے کی لاش میں بابل کے ہزاروں سال پرانے کنوئیں میں اُتر جاتا ہے۔ ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے جاتی ہے۔ کاہن کی لاش کے سینے پر بنا ہوا نقشہ بابل کی ملکہ کے تابوت کی طرف جانے کی ہدایت کرتا ہے۔ اس تابوت میں سانپ ہی سانپ بھرے ہوئے ہیں اور ملکہ کا کٹا ہوا سر اس کے سینے پر رکھا ہے اور سر کھوپڑی بن گیا ہے جس کے سر پر سونے کا تاج ہے۔ خطرناک چہرے والے لالچی آدمی کو سانپ لپٹ کر اس کا کام تمام کر دیتے ہیں۔ ماریا ملکہ کا حسین تاج اپنے سر پر رکھتی ہے تو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک جھٹکا لگتا ہے اور وہ کیا بن جاتی ہے اور کہاں چلی جاتی ہے؟ یہ آپ جب پڑھنا شروع کریں گے تو آپ کو خودبخود معلوم ہو جائے گا تو لیجئے۔ ورق الٹ کر پڑھنا شروع کیجئے اور سنسنی خیز پر اسرار انوکھے واقعات کی دنیا میں گم ہو جایئے۔

آپ کا

اے حمید

سانپوں سے بھرا ہوا صندوق

خطرناک شکل والے آدمی نے شیشے کے گولے کی طرف دیکھا۔ گولے پر روح کی دھندلی سی شکل لہروں پر ابھر رہی تھی اور کبھی ڈوب جاتی تھی۔ روح کی سرگوشی پھر سنائی دی:

"تمہارے پاس میں ایک خوب صورت سنہرے بالوں والی سانولی لڑکی کو دیکھ رہی ہوں۔ اسے یہاں سے باہر نکالو گے تو میں تمہیں شاہی لاش کا راز بتاؤں گی۔"

خطرناک شکل والے آدمی نے ایک بار پھر اپنے ارد گرد دیکھ کر کہا:

"مگر یہاں تو مجھے کوئی عورت دکھائی نہیں دے رہی۔"

روح نے سرگوشی کی:

"تم اسے نہیں دیکھ سکتے۔"

وہ بولا:

"تو پھر میں اسے کیسے کمرے سے نکال سکتا ہوں۔"

روح نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"جب تک وہ یہاں موجود ہے میں تمہیں راز نہیں بتاؤں گی۔ کیوں کہ تم نے جو عمل پڑھ کر مجھے حاضر کیا ہے اس کی شرط ہی یہی ہے کہ اس راز کو سوائے تمہارے دوسرا کوئی نہ جان سکے۔"

وہ آدمی بڑا پریشان ہوگیا۔ ماریا نے سوچا کہ اسے وہاں سے کسی طرح نکل جانا چاہیے اور کوشش کرنی چاہیے کہ روح جو کچھ اسے سرگوشی میں کہے اسے سن سکے۔ وہ کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے جاتے ہی روح نے سرگوشی کی:

"اب وہ لڑکی یہاں نہیں ہے۔ وہ چلی گئی ہے۔ میں تمہیں شاہی لاش کا راز بتاتی ہوں۔ مگر یاد رکھو اگر تم نے کسی دوسرے کو یہ راز بتایا تو پہلے روز تمہارے سر کے سارے بال گر جائیں گے۔ دوسرے روز تمہاری آنکھیں اندھی ہو جائیں گی اور تیسرے روز تمہارے جسم کی کھال اپنے آپ ادھڑ کر گر پڑے گی اور تم مر جاؤ گے۔"

خطرناک شکل والا آدمی بولا:

"میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنے اس راز میں کسی کو شریک نہیں کروں گا۔ مجھے بتاؤ بابل کے شاہی کاہن اعظم کی لاش مجھے کہاں ملے گی؟"

روح نے سرگوشی میں کہا:

"سنو! بغداد شہر سے باہر دریائے دجلہ کے شمال کی جانب پچاس میل کے فاصلے پر پرانی اینٹوں اور مٹی کا ایک اونچا ٹیلہ ہے۔ اصل میں یہ ٹیلہ چاہ بابل کے اوپر بن گیا ہے اور چاہ بابل اس کے نیچے دبا ہوا ہے۔ اس چاہ بابل میں بابل کا بادشاہ ان لوگوں کو پھینک دیا کرتا تھا جنہیں سسک سسک کر دم توڑنے کی سزا دی جاتی تھی۔ اس کنوئیں میں زہریلے سانپ ہوا کرتے تھے۔ شاہی کاہن اعظم کو بھی اسی چاہ بابل میں پھینک دیا گیا تھا تمہیں اس کی لاش وہیں ملے گی۔"

خطرناک آدمی نے پوچھا:

"مگر میں چاہ بابل کے اندر کیسے پہنچوں گا؟"

روح نے کہا:

"ٹیلے کے جنوب میں ایک جگہ خفیہ راستہ کنوئیں کے اندر جاتا ہے۔"

خطرناک آدمی نے پوچھا:

"اس کی کوئی نشانی؟"

روح نے ایک ہلکی سی چیخ ماری اور کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"اس سے زیادہ میں کچھ نہیں بتا سکتی۔"

اور اس کے ساتھ ہی شیشے کا گولہ پھٹ گیا۔

ماریا نے کمرے کی دیوار کے ساتھ کان لگا کر لاش کے راز کے بارے میں روح کی سرگوشی سننے کی بہت کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکی۔ تھوڑی دیر بعد کمرے کا دروازہ کھلا اور خطرناک آدمی جس کا نام جم رُوٹ تھا باہر نکلا۔ اس نے شک کی نظروں سے کوریڈار میں ادھر اُدھر دیکھا اور پھر تیز تیز قدموں سے سیڑھیاں اترنے لگا۔ ماریا نے دل میں فیصلہ کر لیا تھا کہ وہ لاش کے راز کا معمہ ضرور حل کر کے رہے گی اسے معلوم تھا کہ ناگ اس کی تلاش میں واپس ہوٹل آئے گا۔ اس کے پاس اتنا وقت نہیں تھا کہ وہ کمرے میں ناگ کے نام کوئی خط لکھ کر چھوڑ جاتی۔ اس نے سوچا کہ وہ ناگ کے آنے تک واپس آ جائے گی اور خطرناک شکل والے آدمی جم رُوٹ کے پیچھے پیچھے روانہ ہو گئی۔

جم رُوٹ ہوٹل سے نکل کر باہر پارکنگ لاٹ میں آیا یہاں ایک طرف اس کی نیلے رنگ کی سیڈان گاڑی کھڑی تھی جو اندر سے ائرکنڈیشنڈ تھی۔ وہ گاڑی میں بیٹھا انجن سٹارٹ کر کے گاڑی کو پارکنگ کی جگہ سے باہر نکالا اور بغداد شہر کے بارونق بازاروں سے گذرتا ہوا دریائے دجلہ کی طرف روانہ

ہو گیا۔ ماریا اس کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھ چکی تھی۔ دریائے دجلہ کا پُل پار کر کے گاڑی ایک کچی سڑک پر آ گئی جو شمال کی طرف جا رہی تھی۔

جم رُوٹ نامی یہ آدمی بغداد کے سرکاری میوزیم میں ڈائریکٹر تھا۔ ایک روز وہ دو ہزار سال پرانے بابل شہر کے بارے میں ایک پرانا کرم خوردہ ہاتھ کا لکھا ہوا مسوّدہ دیکھ رہا تھا کہ اس میں ایک صفحے پر لکھا تھا کہ "بابل کے بادشاہ کو جب حکیموں نے کہہ دیا کہ اس کی بیماری کا اب کوئی علاج نہیں ہے اور وہ بہت جلد مر جائے گا تو اس نے اپنے شاہی خزانے کے سارے زیورات، جواہرات، ہیرے موتی اور سونے کے برتن اور سونے کی اشرفیاں ایک صندوق میں بند کر دیں اور اپنے دربار کے شاہی کاہن کو بُلا کر کہا:

"زمین کے اندر پتھروں کا ایک ایسا اہرام بناؤ جس کی کسی کو تاقیامت خبر نہ لگ سکے۔ میں وہاں اپنا شاہی خزانہ دفن کرنا چاہتا ہوں تاکہ میرے مرنے کے بعد یہ کسی کے ہاتھ نہ لگ سکے۔"

کاہن اعظم نے حساب لگا کر ایک نقشہ بنایا اور پھر ایک رات بادشاہ اسے ساتھ لے کر زمین کے اندر اہرام میں گیا اور شاہی صندوق وہاں دفن کر دیا۔ کاہن اعظم نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اپنی یادداشت کے لیے اس خفیہ اہرام کا نقشہ اپنے سینے پر پکے رنگ سے بنا لیا تھا۔ اس کا خیال تھا کہ جب بادشاہ مرجائے گا تو وہ چپکے سے اس نقشے کی مدد سے وہاں جاکر خزانہ نکال لے گا اور کسی دوسرے ملک جا کر نئی زندگی شروع کر دے گا۔ لیکن بادشاہ بھی اتنا بے وقوف نہیں تھا۔ اس نے اگلے ہی دن کاہنِ اعظم پر کوئی جھوٹا الزام لگا کر حکم دیا کہ اسے چاہ بابل میں پھینک دیا جائے۔ کاہنِ اعظم سمجھ گیا کہ بادشاہ شاہی صندوق کے راز کو ہمیشہ کے لیے محفوظ کر لینا چاہتا ہے۔ اب وہ کچھ نہیں کر سکتا تھا۔ سپاہیوں نے اسے اٹھایا اور چاہ بابل کی گہرائیوں کے اندھیروں میں پھینک دیا۔ اسے گرتے ہی ایک سانپ نے ڈسا اور وہ ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مرگیا۔

بغداد میوزیم کے ڈائریکٹر جم رُدت نے اس پرانی کتاب کو اسی وقت حفاظت سے ایک الماری میں بند کر کے تالا لگا دیا تاکہ کوئی دوسرا آدمی اسے نہ پڑھ سکے اور خود گاڑی میں بیٹھ کر اپنے ایک ایسے دوست کے پاس آگیا جو کالا علم جانتا تھا اور روحوں کے بلانے کا عمل جانتا تھا۔ جم رُدت نے اسے کہا کہ وہ روحوں کو بلانے کا عمل جاننا چاہتا ہے۔

اس کے دوست نے پوچھا کہ اسے کیا ضرورت آن پڑی ہے؟

جم رُدت نے جھوٹ موٹ کہا کہ میں اپنی دادی کی روح سے بات کرنا چاہتا ہوں لیکن تمہارے ذریعے نہیں۔ کیوں کہ میں نے دادی کی روح سے اپنے خاندان کے بارے میں ایک راز کی بات پوچھنی ہے اس لیے میں اکیلا دادی کی روح کو بلانا چاہتا ہوں۔

اس کے دوست نے کہا:

"میں تمہیں شیشے کا ایک گولہ دیتا ہوں۔ اس پر چالیس دن تک ایک وظیفہ پڑھو۔ اس کے بعد اسے کسی ہوٹل کے کمرے میں لے جاؤ اور اس سے سوال کرو کہ تمہاری دادی کی روح کو بلائے۔ روح آ جائے گی۔"

جم رُدت نے گھر لے جا کر ایک کمرے میں اسے میز پر رکھ دیا اور چالیس روز تک عمل پڑھا۔ اکتالیسویں روز اس نے روح کو بلا لیا۔ دادی کی روح شیشے کے گولے پر آگئی اور اس نے کہا:

"میں جانتی ہوں تم کیا معلوم کرنا چاہتے ہو اور تم نے مجھے کیوں بلایا ہے۔ میں تمہیں کچھ نہیں بتانا چاہتی۔ کیوں کہ تم لالچ کر رہے ہو اور لالچ کا انجام اچھا نہیں ہوتا مگر تم نے ایک ایسا عمل پڑھا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہے جس کی میں پابند ہو گئی ہوں۔ اب تم مجھے کسی ہوٹل کے کمرے میں لے چلو، کیوں کہ یہ ایک شرط تھی جسے تم بھول گئے ہو۔"

جم رُوت ہوٹل کے کمرے والی شرط کو بھول گیا تھا۔ اس نے شیشے کا گولہ بریف کیس میں رکھا۔ ہوٹل کے ایک خالی کمرے کو ٹیلی فون پر بُک کرایا اور وہاں پہنچ گیا۔ یہی وہ کمرہ تھا جہاں ماریا پہلے سے موجود تھی اور جہاں جم رُوت کی دادی کی روح نے ماریا کو دیکھ لیا تھا اور جم رُوت سے کہا تھا کہ وہ اس لڑکی کو کمرے سے باہر نکالے۔

نیلے رنگ کی سیڈان گاڑی شہر بغداد اور دریائے دجلہ کو بہت پیچھے چھوڑ آئی تھی اور اب شمال کی جانب صحرا میں دوڑی چلی جا رہی تھی۔ جم رُوت یہ سمجھ رہا تھا کہ وہ گاڑی میں اکیلا بیٹھا ہے مگر اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ ماریا بھی اس کی گاڑی کی پچھلی سیٹ پر بیٹھی ہوئی ہے۔ جب گاڑی شہر سے ٹھیک پچاس میل دُور نکل آئی تو روح کے کہنے کے مطابق جم رُوت کو شمال کی طرف سڑک کے بائیں جانب ایک بلند ٹیلہ نظر آیا۔ یہ ٹیلہ اس نے پہلے بھی کئی بار دیکھا تھا مگر آج اسے دیکھ کر وہ بہت خوش ہوا۔ کیوں کہ آج پہلی بار اسے یہ انمول راز معلوم ہوا

تھا کہ اس ٹیلے کے نیچے ایک ایسے خزانے کا راز دفن ہے جس کی دولت کا کوئی اندازہ ہی نہیں لگایا جا سکتا تھا۔

جم رُوت نے ٹیلے کی ایک جانب ببول کے درخت کے نیچے گاڑی کھڑی کر دی اور گاڑی سے نکل کر ٹیلے کے جنوب میں چاہ بابل میں جانے کا ایک خفیہ راستہ ہے۔ کاش اس کی دادی کی روح اسے یہ بھی بتا دیتی کہ وہ راستہ کس جگہ پر ہے۔ مگر خدا جانے صرف اتنا بتا کر کیا ہوا کہ روح چیخ مار کر غائب ہو گئی اور شیشے کا روحوں کو بلانے والا گولہ ٹوٹ گیا۔ وہ ٹیلے کے نیچے دبے ہوئے چاہ بابل کو جانے والے خفیہ راستے کو تلاش کرنے لگا۔ ماریا بھی اس کے دو تین قدم کے فاصلے پر ساتھ تھی۔

جم رُوت نے دیکھا کہ میوزیم کی سینکڑوں سال پرانی کتاب کے مطابق یہ ٹیلہ مٹی کا تھا اور اس میں پرانی اینٹیں بھی دبی ہوئی تھیں۔ صاف لگ رہا تھا کہ یہ کوئی ہزاروں سالہ پرانی عمارت کا کھنڈر ہے۔ بغداد میں اس قسم کے کتنے ہی کھنڈر ہیں اور کوئی ان کی طرف دھیان نہیں دیتا۔ کیوں کہ لوگوں کے نزدیک یہ ویران کھنڈر ہیں۔ کسی کو کیا معلوم کہ اس ٹیلے کے نیچے بے حد قیمتی خزانے کا راز دفن کر دیا گیا ہے۔ بغداد میوزیم کے ڈائریکٹر جم رُوت کو اس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

راز کی خبر لگ گئی تھی اور اب وہ ٹیلے کے نیچے چاہ بابل میں جانے کے خفیہ راستے کی تلاش میں تھا۔

ماریا کو اتنا تو روح کی زبانی پتہ چل چکا تھا کہ یہ خطرناک شکل والا آدمی کسی خفیہ شاہی لاش کے چکر میں ہے اور اس چکر میں کوئی گہرا راز پوشیدہ ہے۔ مگر اسے یہ نہیں معلوم تھا کہ یہ شخص جمر رُوت جس شاہی لاش کی تلاش میں ہے وہ اس ٹیلے کے نیچے چاہ بابل میں لاکھوں من مٹی کے نیچے دفن ہے اور اس لاش کے سینے پر شاہِ بابل کے بے حد قیمتی شاہی خزانے کا نقشہ بنا ہوا ہے۔

اب ماریا کو ناگ کا خیال آنے لگا کہ وہ اگر ہوٹل میں واپس آگیا ہوگا تو اسے تلاش کر رہا ہوگا اور پریشان ہوگا ماریا نے سوچا کہ ناگ کو کسی طرح خبر کر دینی چاہیے کہ وہ ٹیلے کے پاس ہے۔ اچانک ماریا کو خیال آگیا کہ جمر رُوت کی سیڈان موٹر کار میں وائرلیس ٹیلی فون لگا ہوا ہے اور وہ بڑی آسانی سے ہوٹل میں فون کر کے ناگ سے بات کر سکتی ہے۔ وہ لپک کر سیڈان موٹر کار میں آگئی۔ کار کے شیشے بند تھے۔ دروازے بھی بند تھے اور چابی لگی تھی مگر ماریا کو کار کے اندر داخل ہونے کے لیے دروازہ کھولنے کی ضرورت نہیں تھی۔ وہ دروازے کے شیشے میں سے اندر گذر گئی۔

اس کو ہوٹل کا نام اور کمرے کا نمبر یاد تھا۔ اس نے ڈائریکٹری میں سے ہوٹل کا ٹیلی فون نمبر نکال کر ڈائیل گھمایا۔ ہوٹل کے کاؤنٹر پر بیٹھے ہوئے کلرک نے پوچھا کہ کس سے ملنا ہے۔

ماریا نے کہا:

"مجھے کمرہ نمبر گیارہ میں جو صاحب ناگ نامی رہتے ہیں ان سے ملنا ہے۔"

کلرک نے کہا:

"وہ ابھی اوپر سے آئے ہیں اور اب ہوٹل سے باہر جا رہے ہیں۔"

"انہیں جلدی سے بلاؤ۔ بڑا ضروری کام ہے۔"

"او کے۔"

تھوڑی ہی دیر میں ماریا ناگ سے فون پر بات کر رہی تھی۔ ناگ نے ماریا کی آواز سنی تو خدا کا شکر ادا کیا اور پوچھا کہ تم کہاں چلی گئی تھیں؟

ماریا نے کہا:

"ان باتوں کو چھوڑو۔ میں اس وقت شہر کے شمال کی جانب پچاس میل کے فاصلے پر جو مٹی کا بلند ٹیلہ ہے وہاں پر ہوں۔ ایک پر اسرار شخص کسی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

شاہی لاش کے راز کو معلوم کرنا چاہتا ہے۔ میں یونہی دلچسپی کی خاطر اس کے تعاقب میں آگئی ہوں تم بھی یہاں آ جاؤ۔"

ناگ کی آواز آئی:

"تم خواہ مخواہ وہاں کیوں چلی گئیں؟"

ماریا نے کہا:

"بس تم یہاں آ جاؤ۔"

اور ماریا نے ہنستے ہوئے فون بند کر دیا۔ ماریا صرف دلچسپی کے لیے اس خطرناک شکل والے لالچی شخص کے تعاقب میں یہاں آئی تھی۔ اسے معلوم ہی نہیں تھا کہ وہ ہنسی ہنسی میں کس مصیبت میں پھنسنے والی ہے۔

ماریا سیڈان گاڑی میں سے نکل کر جم رُوت کے قریب آگئی جو ایک جگہ زمین پر جھکا ہوا تھا اور اینٹیں اکھاڑ رہا تھا۔ اسے شاید ٹیلے کے اندر چاہ بابل میں جانے والے خفیہ راستے کا سراغ لگا لیا تھا۔ وہ تیز تیز ہاتھوں سے اینٹیں اکھاڑ کر پھینکے جا رہا تھا۔ ماریا نے دیکھا کہ جب بہت سی اینٹیں اکھاڑ دی گئیں تو وہاں غار کا ایک چھوٹا سا راستہ نکل آیا۔ جم رُوت بڑا خوش ہوا۔ وہ بھاگ کر اپنی موٹر تک گیا اور ڈگی میں سے پھاوڑا نکال کر لے آیا۔ پھاوڑے کی

مدد سے اس نے غار کا منہ چوڑا کر دیا اور پھر پھاوڑے کو ایک طرف پھینک دیا۔ جیب میں سے ٹارچ نکال کر روشن کی اور غار کے اندر آگے بڑھنے لگا۔ غار کی چھت اونچی نہیں تھی اور جم رُوت جھک کر چل رہا تھا۔ ماریا اس کے پیچھے پیچھے تھی۔ آگے جا کر غار چوڑا ہو گیا اور چھت بھی اونچی ہو گئی۔ لگتا تھا کہ غار بڑا پرانا ہے۔ اس کی دیواروں پر بُت بنے ہوئے تھے۔ جم رُوت ٹارچ کی روشنی میں قدم قدم آگے بڑھ رہا تھا۔

غار میں سیڑھیاں آگئیں۔ جو نیچے ایک کنوئیں میں اُتر رہی تھیں۔ یہی وہ سیڑھیاں تھیں جو چاہ بابل میں اترتی تھیں جم رُوت بڑا خوش تھا کہ وہ چاہ بابل تک پہنچ گیا ہے۔ ایک پل کے لیے ماریا کے دل میں خیال آیا کہ وہ واپس چلی جائے کیوں کہ اسے شاہی لاش کے راز سے کوئی دلچسپی نہیں تھی۔ پھر جانے کیوں وہ واپس نہ ہوئی اور جم رُوت کے پیچھے پیچھے سیڑھیاں اترنے لگی۔

سیڑھیاں تنگ تھیں اور کافی دور نیچے تک چلی گئی تھیں جم رُوت نے ٹارچ کی روشنی نیچے ڈالی۔ بہت نیچے گہرائی میں کنوئیں کا پیندا تھا جہاں ایک لاش کی ہڈیاں اور کھوپڑی ٹارچ کی روشنی میں دکھائی دی۔ جم رُوت جلدی جلدی سیڑھیاں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اتر کر کنوئیں کی تہہ میں آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک لاش کا ڈھانچہ پڑا ہے۔ اس لاش کا باقی سارا جسم ہڈیوں میں تبدیل ہو گیا تھا مگر سینے کی ہڈیوں پر گوشت اسی طرح تھا۔ جم رُوت نے ٹارچ کی روشنی ڈالی تو خوشی سے وہ اچھل پڑا۔ لاش کے سینے پر ٹیڑھی ترچھی لکیریں بنی ہوئی تھیں اور پرانی بابلی زبان میں کچھ لکھا تھا۔ جم رُوت پرانی بابلی زبان پڑھ سکتا تھا۔ ماریا کے لیے بھی کسی پرانی زبان کو پڑھنا کوئی مشکل کام نہیں تھا۔ اس نے سر آگے کر کے پڑھا۔ لاش کے سینے پر لکھا تھا۔

"پانچ قدم آگے۔ دو قدم دائیں، سفید پتھر کی سِل۔"

ماریا اب کچھ کچھ سمجھ گئی تھی کہ بغداد میوزیم کا ڈائریکٹر یہ شخص کسی خفیہ دستاویز یا کسی خفیہ شاہی خزانے کی تلاش میں تھا۔ اب ماریا کی بھی دلچسپی بڑھ گئی تھی۔ جم رُوت نے لاش کے سینے پر شاہی خزانے کا نقشہ بنا ہوا دیکھا تو اس کا چہرہ خوشی سے کھل اُٹھا۔

یہ لاش کاہن اعظم کی لاش تھی جو بابل کے بادشاہ کے دربار میں شاہی کاہن تھا۔ اس نے ہی بابل کے بادشاہ کے شاہی خزانے کو ایک خفیہ مقام پر دفن کیا تھا اور پھر بادشاہ نے اسے چاہ بابل میں گرا دیا تھا۔ مگر کاہن اعظم نے اس

سے پہلے اپنے سینے پر یادداشت کے لیے خزانے کا ایک نقشہ بنا لیا تھا تاکہ اگر وہ بھول جائے تو یہ نقشہ اسے خزانے تک لے جائے۔ اس نے اپنے سینے پر ایک ایسی دوائی مل لی تھی جو مرنے کے بعد گوشت کو گلنے سڑنے سے بچاتی تھی۔

جم رُوت نے شاہی لاش کے سینے پر جو نشان بنے تھے اور جو کچھ لکھا تھا اسے اپنی نوٹ بک پر لکھ لیا اور ناپ تول کر پانچ قدم آگے بڑھا۔ پھر دائیں جانب دو قدم بڑھائے آگے ٹارچ کی روشنی میں اس نے ایک سفید پتھر کی چوکور سِل دیکھی جو زمین پر پڑی تھی۔ پتھر کی سل گرد اور مٹی میں اٹی ہوئی تھی۔ اس نے پتھر کی سل کو پوری طاقت سے پیچھے دھکیل دیا۔ سل کے نیچے پھر ایک سیڑھی نکل آئی۔ جم رُوت نے ٹارچ روشن کی۔ سیڑھی ایک تنگ غار میں چلی گئی تھی۔ اس غار میں گذرنے کے بعد آگے ایک نیچی چھت والا دالان آ گیا جس میں کئی گول ستون بنے ہوئے تھے۔ ان ستونوں کے درمیان ایک چبوترے پر قبر سی بنی ہوئی تھی۔

جم رُوت لپک کر بے تابی سے اس قبر پر آ گیا۔ یہ قبر نہیں بلکہ لکڑی کا صندوق تھا۔ جم رُوت کی خوشی کا کوئی ٹھکانہ نہیں تھا۔ وہ خوشی سے نہال ہو رہا تھا۔ اسے شاہ بابل

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کا قدیم ترین اور نہایت قیمتی خزانہ مل گیا تھا۔ اسی خزانہ کی تلاش میں وہ یہاں آیا تھا اور اس نے اپنی زندگی کا خطرہ مول لیا تھا۔ اب وہ صندوق کا ڈھکنا اٹھا کر شاہی خزانے کی ایک جھلک دیکھنے کو بے تاب تھا۔ ماریا کے لیے اب یہ سمجھنا کوئی مشکل کام نہیں تھا کہ جم رُوت اسی صندوق کی تلاش میں آیا تھا اور یہ صندوق شاہی خزانے کے قیمتی نوادرات سے بھرا ہوا ہوگا۔

جم رُوت نے ٹارچ ایک طرف چبوترے پر رکھی اور دونوں ہتھیلیوں کو آپس میں زور سے رگڑا اور پھر صندوق کا ڈھکنا اُٹھا دیا۔ ماریا پاس ہی کھڑی یہ سب کچھ دیکھ رہی تھی۔ ڈھکنے کا کھلنا تھا کہ شُوں شُوں پھُوں پھُوں شاں شاں کی دل کو لرزا دینے والی آوازیں باہر نکلیں اور اس کے ساتھ ہی کتنے ہی سانپ پھن اٹھا کر پانچ پانچ فٹ بلند ہوئے اور پھر صندوق میں سے گولی کی طرح نکلے اور جم روت کے جسم سے لپٹ گئے۔ جم رُوت کی چیخیں نکل گئیں۔ وہ دونوں ہاتھوں سے سانپوں کو اپنے جسم سے الگ کرنے کی کوشش کرنے لگا مگر سانپ اس کے جسم سے چمٹ گئے تھے اور اسے بار بار ڈس رہے تھے۔ جم رُوت کا جسم نیلا پڑتا جا رہا تھا۔ اس کے ہاتھوں کی طاقت ختم ہوتی جا رہی تھی۔

یہ ہولناک منظر دیکھ کر ماریا بھی کانپ اٹھی۔ مگر وہ جم رُوت کی کوئی مدد نہیں کر سکتی تھی۔ سانپوں نے کاٹ کاٹ کر جم روت کو نیلا سیاہ کر دیا۔ وہ دھڑام سے فرش پر گر پڑا۔ سانپ اب بھی اس کے جسم سے چمٹے ہوئے تھے اور اس کی آنکھوں کو باہر نکال رہے تھے۔ ماریا نے آگے بڑھ کر صندوق میں جھانک کر دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گئی کہ صندوق میں ایک عورت کی لاش پڑی ہے جس کا سر الگ کٹا ہوا ہے اور اس کے سینے پر رکھا ہوا ہے۔ لاش گل سڑ چکی تھی صرف عورت کے سنہری بال کھوپڑی کے ساتھ اسی طرح لگے ہوئے تھے۔ عورت کے سر پر سونے کا بڑا ہی خوب صورت تاج تھا جس میں لعل اور یاقوت جڑے ہوئے تھے۔

ماریا کو چاہیے تھا کہ اتنا خوف ناک منظر دیکھنے کے بعد وہیں سے اُلٹے پاؤں غار سے واپس نکل جاتی۔ مگر اس نے بھی لالچ کیا اور عورت کے سر پر پڑے تاج کو دیکھ کر سوچا کہ اگر یہ تاج وہ خود اپنے سر پر پہنے تو اسے کتنا پیارا لگے۔ پھر اسے خیال آیا کہ وہ تو کسی کو نظر ہی نہیں آتی۔ تاج سر پر رکھے گی تو اس کے ساتھ تاج بھی غائب ہو جائے گا۔ لیکن آخر ماریا عورت تھی اور

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سونے کے زیورات عورت کی بڑی کمزوری ہوتی ہے۔ اس نے لاش کے کٹے ہوئے سر پر سے تاج اٹھایا اور اسے غور سے دیکھنے لگی۔ وہ یہ دیکھ کر حیران ہوئی کہ اس کے ہاتھ میں تاج اگر غائب نہیں ہوا تھا۔ تاج بڑا ہی خوبصورت تھا اور اس کے جواہرات اس اندھیرے میں بھی چمک رہے تھے۔

ماریا نے تاج اپنے سر پر رکھ لیا۔

جونہی اس نے تاج اپنے سر پر رکھا اسے ایک جھٹکا سا لگا اور اس کی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا گیا۔ اسے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا۔ اسے یوں محسوس ہوا جیسے اس کا جسم فضا میں ذرّے بن کر اڑ رہا ہے۔ وہ اپنے ہوش و حواس کھو چکی تھی۔

جب اسے ہوش آیا تو اس نے ایک عجیب و غریب منظر دیکھا۔ سب سے پہلے تو اس نے ایک بار پھر اپنے آپ کو دیکھا۔ وہ اب غائب نہیں تھی۔ اس کا جسم ظاہر ہو چکا تھا۔ اس نے شہزادیوں ایسے بڑے ہی قیمتی کپڑے پہن رکھے تھے۔ اس کے شاہی لباس پر بھی ہیرے موتی لگے تھے۔ اس کے سر پر وہی سونے کا تاج تھا اور وہ ایک بڑے عالی شان دربار میں ایک تخت پر بیٹھی تھی جس کے اوپر سونے

چاندی کی چھت تھی اور چار کنیزیں اور چار حبشی غلام مور کے پروں کے بڑے بڑے پنکھے اٹھائے اسے آہستہ آہستہ جھل رہے تھے۔ اس کے بائیں جانب ٹیڑھی آنکھوں والا ایک وزیر ہاتھ میں چمڑے کا بکس لیے کھڑا تھا اور اس میں سے لعل و جواہرات نکال نکال کر ماریا کو دکھا رہا تھا۔ اس کے سامنے دربار لگا تھا اور درباری دونوں جانب ہاتھ باندھے کھڑے تھے۔ وزیر نے ایک نولکھا جڑاؤ ہار نکال کر ماریا کی خدمت میں پیش کیا اور کہا:

"اے بابل کی عالی وقار ملکہ اسیرامس! نولکھے ہار کا یہ قیمتی تحفہ ملک روم کے بادشاہ نے آپ کی خدمت میں بھیجا ہے۔ اسے قبول کیجیے۔"

اب ماریا کو معلوم ہوا کہ اس کے ساتھ سونے کے تاج نے کیا کھیل کھیلا تھا۔ سانپوں کے صندوق میں بند جس عورت کی لاش پڑی تھی اور جس کی گردن کاٹ کر اس کے سینے پر رکھی ہوئی تھی اور جس کی کھوپڑی پر تاج پڑا تھا وہ قدیم زمانے کے ملک بابل کی مشہور اور بدنام ملکہ اسیرامس تھی۔ ماریا نے تاریخ کے سفر میں بابل کی ملکہ کے بارے میں تھوڑا بہت سن ضرور رکھا تھا کہ وہ یہ ملکہ رعایا پر ظلم کیا کرتی تھی مگر اس کا انجام کیا ہوا؟ اس کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے کوئی خبر نہیں تھی۔ اب وہ خود بابل کی ملکہ اسیرائس
بن کر تخت پر بیٹھی تھی۔

ناگ کو یاد کر کے ماریا کا دل ایک دم اداس ہو گیا۔
اس نے غلطی کی جو تاج سر پر پہن لیا۔ ناگ اس کی تلاش
میں ضرور ٹیلے کے غار میں آیا ہو گا۔ اور ماریا کو وہاں نہ
پا کر پریشان ہو رہا ہو گا۔ مگر اب وہ مجبور تھی۔ کچھ نہ کر
سکتی تھی۔ سونے کے تاج کو سر پر پہننے کی وجہ سے وہ
ہزاروں برس پیچھے کے زمانے میں چلی گئی تھی اور تاریخ
کے بھیانک اور ہولناک واقعات نے اسے اپنے شکنجے میں
جکڑ لیا تھا۔

وزیر نے سر جھکا کر ہار ماریا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا:

"ملکہ سلامت! نصیب دشمناں آپ کچھ پریشان
دیتی ہیں۔"

ماریا نے فوراً سنبھل کر کہا:

"نہیں تو ۔۔۔ میں ناگ کے بارے میں سوچ ۔۔۔۔"

"ناگ؟ ناگ کون ملکہ سلامت؟" وزیر نے بات کاٹ
کر حیرانی سے پوچھا:

دربار کے سارے لوگ تعجب سے ملکہ کی طرف دیکھنے
لگے۔ ماریا اب پوری طرح سنبھل گئی تھی۔ اس نے ذرا تیز

آواز میں وزیر اعظم کو ڈانٹ کر کہا:

"تمہیں جرأت کیسے ہوئی کہ ہم سے ہماری پریشانی
کے بارے میں پوچھو؟"

وزیر نے ادب سے سر جھکا دیا اور کہا:

"ملکہ عالم! یہ خاکسار معافی چاہتا ہے۔"

ماریا نے نولکھا ہار پر ایک نظر ڈالی اور منہ دوسری طرف
کر کے کہا:

"یہ ہار ہماری کنیز کو دے دو اور روم کے بادشاہ
کا ہماری طرف سے شکریہ ادا کرو۔"

"جو حکم ملکہ عالیہ!" وزیر اعظم نے کہا۔

اس کے بعد وزیر اعظم نے ایک درخواست پڑھ کر
سنائی۔ یہ ایک غریب کسان کی طرف سے دی گئی تھی جس
کی زمین پر سرکاری فوج نے قبضہ کر لیا تھا۔

ماریا نے جھنجھلا کر کہا:

"اس کسان کی یہ ہمت کہ ہم سے اپنی زمین
واپس مانگنے کی درخواست کرے؟"

پھر اس نے حکم دیا کہ کسان کو دیس نکالا دے
دیا جائے۔ ماریا نے محسوس کیا کہ اس کے اندر ظالم ملکہ بابل
کی ساری برائیاں اور ظلم داخل ہو چکا ہے۔ وہ اس سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بچنے کی کوشش کر رہی تھی مگر ایسے لگ رہا تھا کہ ملکہ بابل کی روح نے ماریا کے دل و دماغ پر قبضہ کر لیا ہے۔ ماریا نے دربار برخاست کرنے کا حکم دیا اور کنیزوں کے ساتھ اپنے محل کی بارہ دری میں آگئی۔ اس نے تاج اتار کر بھی دیکھا کہ شاید تاج اتارنے سے سارا جادو ضائع ہو جائے اور وہ پھر سے غائب ہو کر ماریا کی شکل میں بغداد پہنچ جائے مگر ایسا نہ ہوا۔ سر پر سے تاج اتارنے کے بعد بھی وہ ملکہ ہی رہی۔ اور اس بار ماریا اپنی شکل میں نہیں بلکہ بابل کی ملکہ کی شکل میں ظاہر ہوئی تھی۔

اب ہم واپس ۱۹۴۲ء کے شہر بغداد میں چلتے ہیں۔

ماریا کو ہوٹل کے کمرے میں چھوڑ کر ناگ شہر میں عنبر کی تلاش میں ایک چکر لگانے کے لیے گیا تھا۔ واپس آیا تو اس نے دیکھا کہ کمرہ خالی ہے۔ فرش پر شیشے کے گولے کے ٹوٹے ہوئے ٹکڑے بکھرے پڑے تھے۔ ناگ کی سمجھ میں نہ آیا کہ ماریا کہاں چلی گئی ہے اور یہ شیشے کے ٹکڑے کس چیز کے ہیں۔ کمرے میں ماریا کی خوشبو بالکل نہیں تھی۔ اس نے ماریا کو دو تین بار آوازیں بھی دیں مگر ماریا وہاں ہوتی تو جواب دیتی۔

عنبر پریشان ہو گیا کہ یا اللہ ماریا کہاں چلی گئی۔

وہ سیڑھیاں اتر کر ہوٹل کی پہلی منزل پر آگیا اور دروازے سے باہر نکلنے والا تھا کہ کاؤنٹر کلرک نے اسے آواز دے کر کہا کہ آپ کا فون آیا ہے۔ فون پر ماریا کی سن کر ناگ کی جان میں جان آئی اور جب ماریا نے اسے کہا کہ وہ شہر سے پچاس میل شمال میں اینٹوں اور مٹی کے پرانے ٹیلے پر پہنچ جائے تو اسے ماریا کی حماقت پر غصہ بھی آیا کہ خوامخواہ کیوں اپنے آپ کو مشکل میں پھنسا رہی ہے لیکن وہ کیا کرتا۔ ہوٹل سے باہر نکل کر اس نے ایک ٹیکسی پکڑی اور شہر سے باہر نکل کر ٹیلے کی طرف روانہ ہو گیا۔

شہر سے پچاس میل دور جا کر جب وہ ٹیلے کے قریب آیا تو اس نے دور ہی سے ببول کے ایک درخت کے نیچے نیلے رنگ کی ایک سیڈان موٹر کار کھڑی دیکھی۔ اس نے وہیں سے ٹیکسی کو چھوڑ دیا اور خود پیدل چل کر کار کے پاس آیا۔ کار خالی پڑی تھی۔ اندر فون لگا ہوا تھا۔ ناگ سمجھ گیا کہ ماریا نے اس کار میں سے اسے ہوٹل فون کیا تھا۔ وہ ٹیلے کے پاس آگیا۔ جنوب کی طرف اسے ایک جگہ اینٹوں کے ڈھیر میں غار کا منہ دکھائی دیا۔ باہر ایک پھاوڑا پڑا تھا۔ ناگ نے چاروں طرف منہ کر کے ناک سکیڑ کر سونگھنے کی کوشش کی مگر ماریا کی خوشبو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اسے کہیں بھی نہ آئی۔

ضرور ماریا اس غار کے اندر چلی گئی ہو گی۔ وہ سمجھ گیا تھا کہ کار اس آدمی کی ہے جس کے بارے میں ماریا نے اسے بتایا تھا کہ وہ کسی شاہی لاش کے راز کی تلاش میں ہے۔ وہ آدمی غار میں گیا ہے اور ماریا بھی اس کے پیچھے پیچھے غار میں داخل ہوئی ہو گی۔ ناگ بھی غار میں داخل ہو گیا۔ غار میں سے گذر کر وہ چاہ بابل کی سیڑھیاں بھی اُتر گیا۔ یہاں اسے ایک آدمی کی لاش کا ڈھانچہ ملا جس کے سینے پر آڑھی ترچھی لکیریں بنی ہوئی تھیں اور لکھا تھا:

"پانچ قدم آگے ___ دو قدم بائیں جانب سفید پتھر کی سِل......"

ناگ پانچ قدم چل کر آگے گیا۔ پھر دو قدم بائیں جانب اُٹھائے۔ آگے سفید پتھر کی ایک سِل اکھڑی ہوئی تھی اور نیچے کسی تہہ خانے میں سیڑھیاں جاتی تھیں۔ ناگ نے زور سے سانس کھینچ کر سونگھا۔ ماریا کی خوشبو یہاں بھی نہیں تھی۔ وہ سیڑھیاں اتر گیا۔ آگے ایک نیچی چھت اور ستونوں والا دالان آ گیا۔ جس کے اوپر لکڑی کا ایک صندوق پڑا تھا جس کا ڈھکنا کھلا ہوا تھا۔ جونہی ناگ اس دالان میں

داخل ہوا اور اس کی نظر صندوق پر پڑی اس میں سے کتنے ہی سانپ اچھل اچھل کر باہر نکلے اور زمین پر رینگتے ہوئے ناگ کی طرف آئے اور اس کے سامنے کنڈلیاں مار کر بیٹھ گئے۔ سب سانپوں نے اپنے پھن ادب سے جھکا رکھے تھے۔

○

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کھوپڑی کی آواز

ناگ نے سانپوں سے پوچھا:

"یہ کیا ماجرا ہے؟ اس صندوق میں کیا ہے؟"

سانپوں میں سے جو سب سے بڑا سانپ تھا وہ آگے آیا۔ ادب سے سر جھکایا اور بولا:

"عظیم ناگ دیوتا! اس صندوق میں بابل کی ظالم ملکہ کی لاش ہے۔ یہ ملکہ اپنی غریب رعایا پر بہت ظلم کیا کرتی تھی۔ اس کی سزا اسے یہ ملی ہے اور ہم ہزاروں سال سے اس کی لاش کو نوچ رہے ہیں۔"

ناگ نے پوچھا:

"کیا یہاں کوئی اور عورت بھی آئی تھی؟"

سانپ بولا:

"ہم نے کسی عورت کو یہاں نہیں دیکھا۔"

ناگ نے جم رُوت کی لاش کی طرف اشارہ کر کے کہا:

"یہ کس کی لاش ہے؟"

سانپ نے سارا قصّہ بیان کیا اور کہا:

"یوں ہم نے اس لالچی انسان کو اس کے لالچ کا مزا چکھایا۔ مگر اے عظیم ناگ دیوتا! ہم ایک بات پر بڑے حیران ہیں کہ جب اس آدمی کو ہم نے ہلاک کر ڈالا تو ملکہ کی لاش کے کٹے ہوئے سر پر سے شاہی تاج کون اٹھا کر لے گیا؟"

ناگ نے جواب نہ دیا۔ وہ سمجھ گیا کہ شاہی تاج ماریا کے سوائے اور کوئی نہیں لے جا سکتا تھا۔ مگر سوال یہ تھا کہ تاج لے کر وہ خود کہاں چلی گئی؟ سانپ ماریا کو نہیں دیکھ سکتے تھے اور نہ اس کی پُراسرار روحانی خوشبو سونگھ سکتے تھے اس لیے انہیں ماریا کے بارے میں کچھ معلوم نہیں تھا۔ ان سے ماریا کے بارے میں کچھ پوچھنا بے کار تھا۔ ناگ کو ماریا کی فکر لگ گئی تھی۔ اگر اس نے شاہی تاج لاش کے کٹے ہوئے سر سے اتارا بھی تھا تو ماریا کو اسی جگہ ہونا چاہیے تھا۔ آخر وہ تاج اتارنے کے بعد کہاں گم ہو گئی؟ کہیں ایسا تو نہیں ہے کہ شاہی تاج کے جادو نے اسے اپنے قابو میں جکڑ لیا ہو اور وہ تاج اپنے سر پر رکھتے ہی یہاں سے کسی دوسرے زمانے میں چلی گئی ہو؟ سوال یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ـا کہ ناگ اب اس کے پاس کیسے جائے؟ اور یہ معلوم ہو کہ وہ کون سے زمانے میں نکل گئی ہے؟

ناگ نے بڑے سانپ سے سوال کیا:

"کیا اس سے پہلے بھی یہ تاج کبھی کوئی لے گیا ہے؟"

سانپ نے کہا:

"نہیں عظیم ناگ! ہم ڈھائی ہزار سال سے بلکہ اس سے بھی پہلے سے اس صندوق میں لاش کے تاج پر پہرہ دے رہے ہیں۔ آج تک یہ تاج اپنی جگہ سے نہیں ہلا۔ یہ آدمی جس کی لاش فرش پر پڑی ہے پہلا آدمی تھا جس نے اس شاہی تاج کو چرانے کی کوشش کی اور ہم نے اسے ہلاک کر ڈالا۔ لیکن ہم پریشان ہیں کہ جب اس کے سوا اور کوئی انسان یہاں تک نہیں پہنچ سکا تو پھر تاج کون لے اُڑا؟"

ناگ نے کہا:

"یہ تم سوچو کہ تاج کون لے اُڑا۔ مجھے یہ بتاؤ کہ کیا اس تاج پر کسی جادو کا اثر تھا؟"

سانپ بولا:

"عظیم ناگ! اگر اس تاج پر کوئی جادو کیا بھی گیا تھا تو ہم پر اس کا کبھی کوئی اثر نہیں پڑا۔"

ناگ گہری سوچ میں ڈوب گیا۔ پھر سانپ کی طرف دیکھ کر بولا:

"میری بات غور سے سنو — میری ایک بہن ہے جس کا نام ماریا ہے۔ وہ کرسچین ہے اور میرے ساتھ تاریخ کے پانچ ہزار سال کے سفر پر ہے۔ اسے کسی وجہ سے غائب کر دیا گیا ہے۔ وہ کسی کو دکھائی نہیں دیتی۔ میں اسی کی تلاش یہاں آیا ہوں۔ کیوں کہ اس نے مجھے کہا تھا کہ وہ اس آدمی کے تعاقب میں چاہ بابل میں اتر رہی ہے۔ مجھے یقین ہے جب سانپوں نے اس آدمی کو ہلاک کیا تو ماریا نے ملکہ بابل کا تاج اتار کر اپنے سر پر پہن لیا تھا۔ اس کے بعد وہ تاج سمیت کچھ ایسی غائب ہوئی کہ نہ مجھے یہاں اس کی خوشبو محسوس ہوتی ہے اور نہ آواز ہی سنائی دے رہی ہے۔ کیا تم اس سلسلے میں میری کچھ مدد کر سکتے ہو؟"

سانپ نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"عظیم ناگ! آپ کی خدمت کرنا میرا فرض ہے۔ لیکن ہمیں اتنا ہی علم ہے جتنا ہمیں بتایا گیا ہے ہم کسی غیب شے کو نہیں دیکھ سکتے۔ مگر ہم نے دیکھا ہے کہ جس لاش کو ہم ڈھائی ہزار سال سے نوچ رہے ہیں اور اس کی ہڈیوں کو ڈس رہے ہیں وہ کبھی کبھی رات کو اپنے آپ ہلنے لگتی ہے۔ اس کا سر جو کاٹ کر لاش کے سینے پر رکھ دیا گیا تھا کبھی کبھی ایک ہلکی سی آواز نکالتا ہے۔ کھوپڑی کے منہ کے سوراخ میں سے کسی عورت کی کمزور سی آواز سنائی دیا کرتی ہے۔ ہم اس آواز کے لفظوں کو نہیں سمجھ سکتے۔ اگر آپ اس آواز کو سنیں تو ہو سکتا ہے ماریا کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہو جائیں۔"

ناگ نے پوچھا:

"کھوپڑی کی آواز کب آتی ہے؟"

سانپ بولا:

"یہ ہم کچھ نہیں کہہ سکتے۔ لیکن آج اس کھوپڑی کا شاہی تاج غائب ہوا ہے۔ ہو سکتا ہے آج رات کھوپڑی کوئی بات کرے۔"

ناگ نے کہا:

"تو پھر میں آج رات یہیں ٹھہروں گا۔"

سانپ نے کہا:

"یہ ہماری خوش قسمتی ہوگی۔"

اس وقت دن کا ابھی ایک پہر باقی تھا۔ ناگ چبوترے پر گیا اور اس نے صندوق میں جھانک کر ملکہ بابل کی لاش کے ڈھانچے کو دیکھا۔ اس کے سینے پر ملکہ کا کٹا ہوا سر رکھا تھا جو اب کھوپڑی بن چکا تھا مگر کھوپڑی کے سنہری بال ویسے کے ویسے ہی تھے۔ سانپوں نے لاش کی ہڈیوں کو ڈس ڈس کر اور چاٹ چاٹ کر سیاہ کر دیا ہوا تھا۔ ناگ چبوترے پر ایک طرف ہو کر بیٹھ گیا اور رات ہونے کا انتظار کرنے لگا۔

وہاں اندھیرا تھا اور رات کا کچھ پتہ نہیں چل سکتا تھا مگر ناگ کے پاس کلائی کی گھڑی تھی۔ گھڑی دوپہر کے تین بجا رہی تھی۔ وقت آہستہ آہستہ گذر رہا تھا۔ شام کے پانچ بجے، پھر سات، پھر دس اور پھر رات کے گیارہ بجے تو ناگ نے سانپ کو بلایا۔ بڑا سانپ ناگ کے ادب کے خیال سے وہاں سے دوسرے سانپوں کے پاس غار کے ایک کھوہ میں چلا گیا تھا۔ بڑا سانپ فوراً حاضر ہو گیا۔ ناگ نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس سے پوچھا کہ آدھی رات ہونے والی ہے تمہارا کیا خیال ہے کھوپڑی کی آواز آدھی رات کو آئے گی یا اس کے بعد۔ ؟

سانپ نے کہا:

"میں نے جب بھی کھوپڑی کی آواز سُنی اس وقت رات آدھی گذر چکی تھی۔"

ناگ بولا:

"ٹھیک ہے۔ اب تم جا سکتے ہو۔ میں کھوپڑی کی آواز اکیلا سننا چاہتا ہوں۔"

سانپ ادب سے سلام کر کے واپس اپنے کھوہ میں دوسرے سانپوں کے پاس چلا گیا۔ ناگ لاش کے صندوق کے پاس بیٹھ گیا۔ یہاں سے اسے ملکہ کی لاش کا ڈھانچہ صاف نظر آ رہا تھا۔ اس کی نظریں ملکہ کی کھوپڑی پر لگی تھیں۔ اندھیرے میں کھوپڑی کی آنکھوں کے سوراخ بڑے ڈراؤنے لگ رہے تھے۔ اس کا منہ کھلا تھا اور دانت اوپر کو اُٹھے ہوئے تھے منہ کے اندر بھی گہرا سوراخ تھا۔ سر کے بال کٹی ہوئی گردن والی لاش کے ڈھانچے پر بکھرے ہوئے تھے۔ جب رات کے ٹھیک بارہ بج گئے تو ناگ نے اپنے کان کھوپڑی کی آواز پر لگا دیئے۔ اس کے کان آواز پر لگے تھے اور آنکھیں

کھوپڑی کو دیکھ رہی تھیں۔

اچانک ناگ کو یوں لگا جیسے لاش کے ڈھانچے میں حرکت پیدا ہوئی۔ لاش کے ایک گھٹنے کی ہڈی تھوڑی سی اوپر کو اٹھی اور پھر نیچے آ گئی۔ سینے کی پسلیاں آہستہ آہستہ کانپنے لگیں۔ پسلیوں پر رکھی ہوئی کھوپڑی بھی آہستہ آہستہ ہلنے لگ گئی تھی۔ ناگ بڑا خوش ہوا کہ کھوپڑی کچھ نہ کچھ کہنے والی ہے۔ وہ ابھی کچھ کہے گی اور ماریا کے بارے میں کوئی قیمتی معلومات ضرور حاصل ہوں گی۔

غار میں ایسی خاموشی تھی جیسی کہ گاؤں کے قبرستانوں میں آدھی رات کو ہوا کرتی ہے۔ اس خاموشی میں ناگ کو ایسی سرگوشی کی آواز سنائی دی جیسے کوئی عورت مرنے والی ہو اور اس کی آواز بڑی مشکل سے نکل رہی ہو۔ ناگ نے جھٹ اپنا کان کھوپڑی کے کھلے ہوئے منہ سے لگا دیا۔ سرگوشی کی یہ کمزور سی ڈراؤنی آواز کھوپڑی کے حلق کے سوراخ میں سے آ رہی تھی۔ وہ قدیم بابلی زبان میں کہہ رہی تھی:

"دریائے فرات کے کنارے جاؤ۔ جب رات کو بجلی چمکے، بادل گرجے۔ ایک عورت ملے گی۔ سیاہ کپڑوں والی وہ تمہیں ماریا کے پاس پہنچا دے گی۔"

اس کے بعد سرگوشی کی آواز بند ہو گئی۔ ناگ نے کھوپڑی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے بات کرنے اور آگے کچھ پوچھنے کی بہت کوشش کی مگر وہ اس میں کامیاب نہ ہو سکا۔ کھوپڑی بے جان اور بے آواز ہو گئی تھی۔ بہرحال ناگ کو اتنا ضرور پتہ چل گیا تھا کہ ماریا کے بارے میں مزید معلومات حاصل ہو سکتی ہیں۔ وہ چبوترے سے اُتر آیا۔

اُس نے بڑے سانپ کو بلا کر کہا:

"میں نے جو پتہ کرنا تھا کر لیا ہے۔ مجھے کسی طوفانی رات کو دریائے فرات کے کنارے جانا ہو گا۔ جہاں ایک سیاہ پوش عورت مجھے ملے گی اور ماریا کے بارے میں بتائے گی کہ وہ کہاں چلی گئی ہے۔"

سانپ نے کہا:

"کہیں اس میں کوئی سازش تو نہیں عظیم ناگ دیوتا؟"

ناگ مسکرایا:

"سازش بھی ہوئی تو کوئی میرا کیا بگاڑے گا۔"

سانپ بولا:

"اس میں کیا شک ہے۔"

"میں جا رہا ہوں۔" ناگ نے کہا۔

سانپ نے سر جھکا کر ناگ کو سلام کیا اور ناگ چاہ بابل کی سیڑھیاں چڑھ کر غار میں آ گیا اور پھر غار سے نکل کر

ٹیلے کے باہر آ گیا۔ اس وقت رات کا ڈیڑھ بج رہا تھا۔ اندھیری رات میں آسمان پر ستارے چمک رہے تھے۔ شہر بغداد کو جانے والی سڑک سنسان اور اندھیری تھی۔ جمرُوت کی نیلی سیڈان گاڑی اسی طرح ببول کے درخت کے نیچے کھڑی تھی۔ ناگ کو اس گاڑی کی ضرورت نہیں تھی۔ اس نے گہرا سانس بھر کر سیاہ عقاب کی شکل اختیار کی اور شہر کی طرف اُڑنا شروع کر دیا۔ اسے اب بغداد کی کسی طوفانی رات کا انتظار کرنا تھا جب وہ دریائے فرات کے کنارے پہنچ کر سیاہ پوش اجنبی عورت سے ملاقات کر سکے۔ اتنی دیر اسے بغداد میں ہی رُکنا تھا۔ وہ اُڑتے اُڑتے بہت جلد شہر پہنچ گیا۔ شہر سو رہا تھا۔ عراق چونکہ جنگ میں شامل نہیں تھا۔ اس لیے وہاں رات کو بلیک آؤٹ نہیں ہوتا تھا۔ ناگ اسی ہوٹل کے دروازے کے باہر ایک جگہ اترا۔ انسانی شکل بدلی اور وہی پرانا کمرہ کرائے پر لے لیا اور بستر پر لیٹ کر ماریا اور عنبر کے بارے میں سوچنے لگا۔ ماریا کا اتہ پتہ معلوم کرنے کے لیے بہرحال اسے طوفان والی رات کا انتظار کرنا تھا۔

ناگ کو ہم ۱۹۴۲ء کے بغداد شہر کے ہوٹل میں چھوڑتے ہیں جہاں وہ کسی طوفانی رات کے انتظار میں ہے اور خود ڈھائی ہزار سال پیچھے ملک ہندوستان کے شمال میں واقع

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ایک جنگل کی اس وادی میں چلتے ہیں جہاں سے نکل کر عنبر اندھے راج کمار کنالا کو لے کر دوسرے پہاڑ کے پیچھے ایک آبشار کے پاس آ گیا ہے۔ اس لئے راج کمار کو ایک جگہ درخت کے نیچے بٹھا دیا۔

راج کمار نے پوچھا:

"کیا تمہاری سفید چاندی ایسے بالوں والی عورت سے ملاقات ہوئی؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں مہاراج! اور اس نے مجھے آپ کی آنکھوں پر لگانے کے لیے اپنے روشن چراغ میں سے نکال کر زیتون کا تیل بھی دیا ہے۔"

راج کمار نے خوش ہو کر کہا:

"کیا یہ تیل لگانے سے میری آنکھیں اچھی ہو جائیں گی؟ کیا میں ایک بار پھر اپنے پیارے باپ کی شکل دیکھ سکوں گا؟"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! آپ اس باپ کی شکل دیکھنے کو بے تاب ہیں جس نے آپ کی آنکھیں نکلوا دی تھیں؟"

راج کمار بولا:

"اچھا! وہ میرے پتا جی ہیں۔ میرے والد ہیں۔ مجھے ان سے محبت ہے جیسی کہ اولاد کو اپنے ماں باپ سے ہونی چاہیے۔ میری آنکھیں انہوں نے رانی ماں کی باتوں میں لگ کر نکلوائی ہیں اس میں ان کا کوئی قصور نہیں اور میرا دل کہتا ہے کہ بہت جلد سچ سچ اور جھوٹ جھوٹ ثابت ہو جائے گا۔"

پھر راج کمار عنبر کی طرف منہ کر کے بولا:

"اچھا! زیتون کا وہ تیل میری آنکھوں پر لگا دو۔"

عنبر نے کہا:

"مہاراج! یہ تیل آپ کی آنکھوں پر رات کو لگانا ہوگا۔ میں یہاں ایک نیا جھونپڑا بناتا ہوں۔ اب ہم جب تک اس جنگل میں رہیں گے اسی جھونپڑے میں رہیں گے۔"

عنبر نے رات ہونے سے پہلے پہلے آبشار کے کنارے ایک نیا جھونپڑا بنا دیا۔ پھر جب رات ہو گئی تو عنبر نے راج کمار کو بستر پر لٹایا اور چمڑے کی چھوٹی بوتل میں سے زیتون کا تیل نکال کر راج کمار کی آنکھوں پر اس کی آہستہ آہستہ مالش شروع کر دی۔ تھوڑی دیر مالش کرنے کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بعد اس کی آنکھوں پر کیلے کے پتے باندھ دیے۔

"اب آپ سو جائیں مہاراج! صبح خدا نے چاہا تو آپ کی بینائی واپس آ جائے گی۔"

راج کمار بولا:

"کیا میں تمہیں اور اپنے باپ کو ایک بار پھر دیکھ سکوں گا چنا؟"

"خدا کے حکم سے آپ ایسا کر سکیں گے۔"

اس کے بعد راج کمار سو گیا۔ عنبر جھونپڑی سے باہر نکل کر آبشار کے پاس آ کر بیٹھ گیا۔ یہ ایک چھوٹی سی آبشار تھی جو پتھروں میں سے نیچے ایک چشمے میں گر رہی تھی۔ عنبر کو ماریا اور ناگ سے بچھڑے بہت دن ہو گئے تھے اور وہ ان دونوں کے لیے بہت اداس تھا اور بہت جلد ان سے ملنا چاہتا تھا۔ مگر جوگی کی پیش گوئی کے مطابق ابھی اسے واقعات کے ساتھ ساتھ چلنا تھا اور پھر ان واقعات کے نتیجے میں اسے ناگ اور ماریا سے ملاقات کرنی تھی۔ جوگی نے عنبر کو خاص طور پر تاکید کی تھی کہ اسے خدمت کو فرض سمجھ کر ادا کرنا ہو گا۔

آبشار کا پانی رات کے اندھیرے میں چاندی کی طرح چمک رہا تھا۔ وہ دھیمے دھیمے شور کے ساتھ چشمے میں

گر رہا تھا۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے کوئی قریب بیٹھا جل ترنگ بجا رہا ہو۔

اسی طرح رات گزر گئی۔ دن نکلا تو عنبر نے راج کمار کی آنکھوں پر بندھے ہوئے کیلے کے پتے کھول دیے۔ وہ یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ راج کمار کی آنکھیں بالکل پہلے کی طرح روشن چمکیلی اور تندرست ہو گئی تھیں۔ راجکمار نے اپنے ہاتھوں اور پھر سورج کی روشنی میں چمکتے درختوں اور آبشار کے پانی کو دیکھا تو خوشی سے عنبر کو گلے سے لگا لیا اور کہا:

"چنا! بھگوان نے مجھے پھر سے آنکھیں دے دی ہیں۔"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"راج کمار! آپ کو آنکھیں مبارک ہوں۔ یہ خدا کا معجزہ ہے کہ آپ پھر سے دنیا کے نظارے دیکھنے لگے ہیں۔"

راج کمار کا چہرہ خوشی سے چمک رہا تھا، کہنے لگا:

"مجھے یقین نہیں آ رہا کہ میں پھر سے دیکھنے لگا ہوں۔"

عنبر نے کہا:

"آپ کے پتا جی نے تو آپ کی آنکھیں نکلوا دی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھیں مگر خدا نے آپ کو آنکھیں دوبارا عطا کر دیں۔"

راج کمار کہنے لگا:

"اس میں میرے پتا جی کا کوئی قصور نہیں۔ وہ میری سوتیلی ماں کی سازش کا شکار ہو گئے تھے۔ لیکن میں خود چل کر ان کے پاس نہیں جاؤں گا۔ میرا دل کہہ رہا ہے کہ ایک روز سچ ثابت ہو کر رہے گا۔ اور وہ خود مجھے لینے اس جنگل میں آئیں گے۔"

راج کمار کے منہ سے نکلی ہوئی بات ایک دن پوری ہونے والی تھی۔ دنیا میں مشکلیں ہر انسان پر آتی ہیں لیکن نیک اور فرماں بردار اولاد پر آئی ہوئی مشکل زیادہ دیر تک نہیں رہتی۔ وہ بہت جلد کٹ جاتی ہے اور خدا اسے اس کے صبر کا انعام عطا کرتا ہے۔

کرنا خدا کا کیا ہوا کہ راج کمار کی آنکھیں نکلوانے اور دیس نکالا دلوانے کے بعد سوتیلی ماں رانی کرونا نے راجکمار کے باپ راجہ منوداس پر یہ اثر ڈالنا شروع کر دیا کہ اب آپ بوڑھے ہو گئے ہیں۔ حکومت کا کاروبار ٹھیک سے نہیں چلا سکتے اس لیے میرے بیٹے پرتاپ کو تخت پر

بٹھا کر خود کسی غار میں بیٹھ کر خدا کو یاد کریں۔ اب راجہ پر یہ بھید کھلا کہ اس کی مکار رانی نے دھوکہ دے کر راج کی آنکھیں نکلوا دی ہیں تا کہ وہ زندگی میں کبھی راجہ نہ بن سکے اور اس کی جگہ اس کا بیٹا پرتاپ تخت پر بیٹھ کر راج کرے۔ مگر دربار میں رانی کرونا کا بڑا اثر تھا۔ اس نے راجہ کو چاروں طرف سے گھیرے میں لے رکھا رکھا تھا۔ وہ من مانی کرتی تھی اور درباری اور فوج کے افسر اسی کی مانتے تھے۔ اس لیے راجہ اس کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتا تھا۔ راجہ کا وزیر اس کا ہمدرد تھا۔ اس نے راجہ سے کہا:

"مہاراج! اگر آپ نے رانی کی بات پر عمل نہ کیا تو ہو سکتا ہے وہ آپ کو بھی قتل کروا کر تخت پر اپنے بیٹے کو بٹھا دے اس لیے یہی بہتر ہے کہ آپ خود ہی تخت چھوڑ دیں۔"

راجہ نے کہا:

"مجھے راج تخت سے کوئی دلچسپی نہیں رہی جب سے مجھے یہ پتہ چلا ہے کہ میں نے اپنے بیٹے راج کمار کنالا کی ناحق آنکھیں نکلوا دی ہیں میرا دل خون کے آنسو رو رہا ہے۔ کاش میں اس کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پاس جا کر اپنے گناہ کی معافی مانگ سکوں۔"
وزیر نے کہا:
"کوئی پتہ نہیں کہ راج کمار کنولا کہاں ہے۔ آپ اس بڑھاپے میں کہاں مارے مارے پھریں گے کوئی نہیں جانتا کہ خدا کو کیا منظور ہے۔ آپ تخت رانی ماں کے بیٹے کے حوالے کر دیں۔ عقل مندی اسی میں ہے۔"

دوسرے ہی روز راجہ نے تخت پرتاپ کے حوالے کرتے ہوئے اس کے راجہ بننے کا اعلان کر دیا اور خود محل کے ایک کونے میں بیٹھ کر خدا کو یاد کرنے لگا۔ راج کمار کی سوتیلی ماں رانی کرونا بڑی خوش تھی۔ یہی وہ چاہتی تھی۔ اس کا بیٹا راج کمار پرتاپ راجہ بن کر تخت پر بیٹھ گیا۔ جیسی رانی کرونا ظالم تھی ویسا ہی اس کا بیٹا بھی ظالم اور مکار تھا۔ وہ رعایا پر ظلم کرنے لگا۔ ذرا ذرا سی بات پر وہ لوگوں کو پھانسی لگوا دیتا۔ ان کی آنکھیں نکلوا کر اندھے کنوئیں میں پھنکوا دیتا۔ اس ظلم میں اس کی ماں رانی کرونا بھی اس کا ہاتھ بٹاتی تھی۔ رعایا بڑی تنگ آ گئی تھی مگر کچھ نہ کر سکتی تھی۔ فوج رانی کے ساتھ تھی۔ جو ذرا بغاوت کرتا اس کی کھال کھنچوا کر لاش شہر کے

دروازے میں لٹکا دی جاتی۔

اسی طرح وقت گذرتا گیا۔ راجہ بے چارہ مجبور تھا۔ اس سے رعایا کی حالت دیکھی نہ جاتی تھی۔ مگر وہ رانی کے خلاف کوئی کارروائی نہ کر سکتا تھا۔ لیکن ظالم کو ایک نہ ایک روز اس کے ظلم کا بدلہ ضرور ملتا ہے۔ خدا کے ہاں دیر ہے مگر اندھیر نہیں ہے۔ ایک روز کرنا خدا کا کیا ہوا کہ رانی کرونا کا ظالم بیٹا پرتاپ شکار کھیلنے کے لیے محل سے نکلا۔ ایک ہرن کے پیچھے اس نے گھوڑا ڈال دیا۔ ہرن جنگل میں کافی دور جا کر جھاڑیوں میں گم ہو گیا۔ پرتاپ گھوڑے سے اتر کر تیر کمان لے کر ہرن کو شکار کرنے کے لیے جھاڑیوں میں گھسا تو وہاں ناگن اپنے بچوں سے کھیل رہی تھی۔ یہ بڑی زہریلی ناگن تھی اور اس کا کاٹا پانی نہیں مانگتا تھا۔ پرتاپ نے ناگن کو دیکھتے ہی تیر مارا جو ناگن کے ایک بچے کو جا کر لگا اور وہ وہیں تڑپ تڑپ کر مر گیا۔ ناگن نے ایک دل ہلا دینے والی پھنکار ماری اور پرتاپ کے چہرے پر اپنے زہر کی پھوار ماری۔ زہر کی پھوار پرتاپ کی آنکھوں میں بھی پڑی۔ پرتاپ کا چہرہ اور آنکھیں جلنے لگیں۔ وہ ہاتھوں میں منہ چھپا کر وہیں بیٹھ گیا۔ ناگن نے پرتاپ کو

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ی بار اپنے زہر سے ہلاک کرنے کی بجائے اسے ساری زندگی سسک سسک کر مرنے کے لیے چھوڑ دیا تھا۔ پرتاپ کے چہرے پر کالے رنگ کے بڑے بڑے چھالے پڑ گئے اور وہ بے ہوش ہو گیا۔ سپاہیوں نے بڑی مشکل سے پرتاپ کو تلاش کیا اور محل لے گئے۔ رانی کرونا نے اپنے بیٹے کی یہ حالت دیکھی تو کلیجہ تھام کر رہ گئی۔ دربار کے حکیم نے علاج شروع کر دیا۔ پرتاپ کے چہرے کے آبلے پھٹ گئے مگر اس کی آنکھیں ہمیشہ کے لیے اندھی ہو گئی تھیں اور چہرے کے داغوں میں سے ہر وقت خون رستا رہتا تھا اور وہ اس قدر بدشکل ہو گیا تھا کہ پہچانا نہیں جاتا تھا۔ ظالم کو آخر اس کے ظلم کا بدلہ مل گیا تھا۔

رانی کرونا کو ظلم کی یہ سزا ملی تھی کہ وہ اپنے بیٹے کو اندھا اور تکلیف میں دیکھ کر غم کے آنسو بہاتی رہتی تھی۔ اب اسے احساس ہوا کہ اس نے بھی کسی ماں کے جگر کے ٹکڑے کی ناحق آنکھیں نکلوا دی تھیں۔ ایک روز رانی کرونا سے اپنے بیٹے کی تکلیف برداشت نہ ہو سکی۔ وہ سیدھی راجہ منوداس کے پاس گئی اور اسے صاف صاف بتا دیا کہ راج کمار کنالا بے گناہ تھا۔ وہ اسے قتل کرنے

اس کے محل میں نہیں آیا تھا۔

"میں نے اپنے بیٹے پرتاپ کو راج پاٹ دلوانے کے لیے سازش کر کے راج کمار کی آنکھیں نکلوا دی تھیں بھگوان مجھے کبھی معاف نہیں کرے گا۔"

یہ کہہ کر رانی کرونا محل کی سب سے اونچی بارہ دری میں گئی اور اس نے دریا میں چھلانگ لگا کر خودکشی کر لی۔ پرتاپ نے راج پاٹ دوبارہ اپنے باپ راجہ منوداس کے حوالے کر دیا اور کہا:

"مہاراج! میں اپنے ظلم پر شرمندہ ہوں۔ بھگوان مجھے معاف کرے۔ مجھے میرے گناہوں کی سزا مل گئی ہے۔ بھگوان میری ماں کے بھی گناہ معاف کرے۔"

راجہ پھر سے تخت پر بیٹھ گیا۔ مگر وہ بڑا اداس رہتا تھا۔ اس کے دونوں بیٹے اندھے ہو چکے تھے۔ ایک دن راجہ نے شاہی نجومی سے کہا کہ وہ زائچہ بنائے کہ اس کا بیٹا راج کمار کنالا کہاں اور کس حال میں ہے۔

نجومی نے زائچہ بنا کر بتایا:

"مہاراج! زائچہ مجھے ایک ایسی خوش خبری سنا رہا ہے جس پر یقین نہیں آ رہا۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

راجہ نے کہا:

"وہ خوش خبری مجھے بھی سناؤ۔ کوئی خوشی کی خبر سنے تو ایک عرصہ گزر گیا ہے۔"

نجومی بولا:

"زائچہ بتاتا ہے کہ راج کمار کنالا کی آنکھیں پھر سے ٹھیک ہو گئی ہیں اور وہ نابینا نہیں رہے اور جنگل میں ایک چشمے کے کنارے جھونپڑی میں رہتے ہیں اور چنّا ان کا نوکر ساتھ ہے۔"

راجہ خوش ہو کر بولا:

"کیا تم سچ کہہ رہے ہو؟"

نجومی نے کہا:

"مہاراج! میرا زائچہ کبھی جھوٹ نہیں بولتا۔"

راجہ نے تخت پر اترتے ہوئے کہا:

"ہم اپنے بیٹے کو تلاش کر کے لائیں گے ہم اس سے اپنے گناہ کی معافی مانگیں گے۔"

اسی روز راجہ نے سپاہیوں اور نوکروں کا ایک دستہ ساتھ لیا اور راج کمار کنالا کی تلاش میں جنگل کی طرف روانہ ہو گیا۔ چھ سات روز تک جنگلوں کی خاک چھاننے کے بعد آخر راجہ اس جھونپڑی کے پاس پہنچ گیا جہاں راج کمار

کنالا اپنے وفادار ساتھی چنّا یعنی عنبر کے ساتھ رہتا تھا۔ راج کمار کنالا نے اپنے راجہ باپ کو دیکھا تو ادب سے اٹھ کر کھڑا ہو گیا۔ ہاتھ باندھ کر سر جھکا دیا اور سلام کیا۔

راجہ گھوڑے سے اتر کر راج کمار کی طرف بڑھا۔ اس کا چہرہ ٹھوڑی سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور اس کی شفاف چمکیلی آنکھیں دیکھ کر اسے گلے سے لپٹا لیا اور آنکھوں میں آنسو بھر کر کہا:

"مجھے معاف کر دو بیٹا۔ میں نے تمہارے ساتھ ناحق ظلم کیا۔ مگر بھگوان کے ہاں انصاف ہے۔ اس نے تمہاری آنکھیں تمہیں واپس کر کے میری آنکھوں کی روشنی بھی واپس دے دی ہے۔ بھگوان نے مجھے بھی معاف کر دیا ہے۔"

اس کے بعد راجہ نے راج کمار کو بتایا کہ اس کی سوتیلی ماں نے مان لیا تھا کہ راج کمار بے گناہ تھا اور پھر خودکشی کر لی تھی اور اب اس کا بیٹا پرتاپ اندھا ہو چکا ہے اور سسک سسک کر زندگی گزار رہا ہے۔

راجہ نے کہا:

"مجھے اس کا بھی غم ہے آخر وہ بھی میرا بیٹا ہے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اور تمہارا بھائی ہے۔ چاہے سوتیلا ہی سہی۔ تم میرے ساتھ محل میں چلو۔ تمہیں دیکھ کر اس کا غم بھی ہلکا ہو جائے گا۔"

راج کمار نے کہا:

"مہاراج! آپ کا حکم سر آنکھوں پر میں نے پرتاپ کو ہمیشہ اپنا سگا بھائی سمجھا ہے۔"

عنبر نے کہا:

"اور ہو سکتا ہے کہ خدا اسے بھی اس کی آنکھیں واپس دے دے۔"

عنبر اور راج کمار اسی روز محل میں واپس آ گئے۔ محل میں راج کمار کنالا کا شاندار استقبال کیا گیا۔ عنبر کو ساتھ لے کر راج کمار سیدھا اپنے سوتیلے بھائی پرتاپ کی خبر لینے گیا۔ اس کا بہت بُرا حال تھا۔ چہرہ زہریلے سانپ کی پھنکار کی آگ سے جلا ہوا تھا اور آنکھیں جل چکی تھیں۔ راج کمار نے اپنے سوتیلے بھائی کو پیار کیا اور کیا اور تسلی دی کہ بھگوان اسے اچھا کر دے گا۔ راجہ بھی وہاں پر موجود تھا۔

راج کمار نے عنبر کی طرف دیکھ کر کہا:

"چنا! میرے بھائی کی آنکھوں پر بھی وہ دوا لگاؤ

تاکہ یہ بھی قدرت کا معجزہ دیکھ سکے۔"

عنبر نے اسی وقت چمڑے کی بوتل میں سے زیتون کا تیل نکال کر پرتاپ کے چہرے اور آنکھوں پر لگایا اور اوپر کیلے کے پتے باندھ دیئے۔ دوا ساری رات لگی رہی۔ دوسرے اور جب کیلے کے پتے کھولے گئے تو سب لوگ یہ دیکھ کر دنگ رہ گئے کہ راج کمار پرتاپ کا چہرہ صاف ہو گیا تھا۔ اس کی آنکھیں واپس آ گئی تھیں اور وہ اب دیکھ سکتا تھا۔ وہ اپنے بھائی سے لپٹ گیا۔ راجہ باپ کی آنکھوں میں خوشی سے آنسو آ گئے۔ محل میں خوشیاں دوبارا لوٹ آئی تھیں۔

اس رات عنبر دیر تک اپنی بارہ دری میں بیٹھا جوگی کا خیال کر کے سوچتا رہا کہ اب آگے کیا ہو گا۔ کیوں کہ جوگی کے کہنے کے مطابق ہر بات پوری ہو گئی تھی۔ شاہی محل کا کھیل ختم ہو گیا تھا۔ محل کی خوشیاں واپس لوٹ آئی تھیں۔ راج کمار پرتاپ نے اپنی خوشی سے راج کمار کنالا کے لیے تخت خالی کر دیا تھا اور راج کمار نے عنبر کو اپنا وزیر اعظم بنا لیا تھا۔ مگر عنبر وزیر اعظم بن کر وہاں زندگی بسر نہیں کر سکتا تھا۔ ایک تو اس کی زندگی ابھی بڑی لمبی تھی دوسرے اسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ناگ اور ماریا کی تلاش تھی۔ جوگی نے کہا تھا کہ جب راجکمار اور راجہ کے محل کا ڈرامہ ختم ہو جائے گا تو پھر عنبر کی ماریا اور ناگ سے ملاقات ہوگی۔

عنبر کے دل میں بار بار ایک ہی سوال اُٹھ رہا تھا کہ ناگ اور ماریا سے اس کی ملاقات کہاں ہوگی۔ کیا وہ کسی دوسری جگہ پر جائے گا یا ناگ اور ماریا وہاں آئیں گے؟

ماریا قتل ہوگئی

ماریا بابل کی ملکہ بنی بیٹھی تھی۔

ملکہ اسیرامس کے کٹے ہوئے سر پر سے سونے کا تاج اٹھا کر اپنے سر پر رکھنے کی یہ سزا ملی تھی کہ وہ ہواؤں میں بکھر کر ڈھائی ہزار برس پیچھے بابل کے زمانے میں ملکہ بابل کے روپ میں نکل آئی تھی۔ اس کی شکل ہو بہو ملکہ بابل سے ملتی تھی مگر اس کی یادداشت غائب نہیں ہوئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ ماریا ہے مگر اس پر کسی خفیہ طاقت کے اثر سے ملکہ بابل کا ظلم سوار ہو گیا تھا اور وہ رعایا پر بہت ظلم کرنے لگی تھی۔

دوسری طرف ناگ جو ماریا کی تلاش میں چاہ بابل میں ملکہ بابل کی کٹے ہوئے سر والی لاش کے صندوق تک پہنچ گیا تھا اسے ملکہ کی کھوپڑی نے کہا تھا کہ وہ دریائے فرات کے کنارے پر جائے اور وہاں جا کر کسی طوفانی رات کا انتظار کرے۔ پھر جس رات بادل گرجیں گے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بجلی کڑکے گی۔ تیز بارش ہو گی تو اسے ایک سیاہ کپڑوں والی پُراسرار عورت ملے گی جو اسے ماریا کے بارے میں بتائے گی۔ چنانچہ ناگ دریائے فرات کے کنارے شہر بغداد میں پہنچ گیا تھا اور اسی پرانے ہوٹل کے کمرے میں ٹھہرا ہوا تھا جہاں خطرناک شکل والے جم رُوت نامی آدمی کا روحوں کو بلانے والا شیشے کا گولہ ٹوٹا تھا۔ ہوٹل کے نوکروں نے کمرہ صاف کر دیا تھا اور اب وہاں شیشے کے ٹکڑے نہیں تھے۔ ناگ کو اب طوفانی رات کا انتظار تھا۔

تیسری جانب عنبر ڈھائی ہزار سال پیچھے کے زمانے کے ملک ہندوستان کے راجہ کنالا کا وزیر اعظم بنا سوچ رہا تھا کہ دیکھو اب ناگ اور ماریا سے کہاں اور کیوں کر ملاقات ہوتی ہے۔

ناگ کو یہ خیال ہی نہیں آیا تھا کہ ملکہ بابل کی کھوپڑی نے سونے کا تاج چھن جانے کی وجہ سے ماریا کو قدیم بابل پہنچا دیا تھا جہاں ظلم کی وجہ سے ایک روز اس کا سر کاٹا جانے والا تھا۔ اور اب وہ ناگ کے خلاف بھی ایک خطرناک سازش کر چکی تھی۔ کیوں کہ ملکہ بابل کی لاش کو پتہ چل گیا تھا کہ ناگ بھی ماریا کا ساتھی ہے۔

ناگ کو بغداد کے ہوٹل میں ٹھہرے دوسرا روز ہی تھا کہ

شام کے بعد آسمان پر بادل چھا گئے اور بجلی چمکنے لگی۔ پھر تیز ہوا کے ساتھ بارش شروع ہو گئی۔ بجلی رہ رہ کر چمکتی اور بادل گرجتے۔ ناگ کو اسی طوفانی رات کا انتظار تھا ہوٹل سے نکل کر اس نے ٹیکسی لینے کی کوشش کی مگر کوئی ٹیکسی والا اتنی طوفانی رات میں دریائے فرات پر جانے کے لیے تیار نہ ہوا۔ ناگ ایک بڑی بلڈنگ کے پیچھے آ گیا۔ یہاں وہ عقاب کا روپ بدل کر ہوا میں اڑتا دریائے فرات پر پہنچنا چاہتا تھا۔ یہ ایک پچاس منزل ماڈرن بلڈنگ تھی۔ ناگ گلی میں بلڈنگ کی پچھلی دیوار کے ساتھ کھڑا ہوا کہ عقاب بن کر اڑ جائے کہ ایک پولیس والا اس کے پاس ڈنڈا لہراتا آ گیا۔ اور بڑے رعب کے ساتھ بولا:

"کون ہو تم اور یہاں کیا کر رہے ہو؟"

ناگ نے کہا:

"میں ایک پرندہ ہوں۔ میرا نام عقاب ہے اور میں ہوا میں اڑنے کی تیاری کر رہا ہوں۔"

پولیس والا ہنسا اور ناگ کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر بولا:

"پاگل خانے سے کس دن بھاگے تھے؟ چلو میرے ساتھ واپس پاگل خانے میں۔"

وہ ناگ کو کوئی پاگل سمجھا جو پاگل خانے سے فرار ہو کر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

وہاں آگیا تھا۔

ناگ نے مسکرا کر کہا:

"کیا تمہیں یقین نہیں آیا کہ میں عقاب ہوں؟"

سپاہی نے ناگ کو گردن سے پکڑ کر کہا:

"چلو میرے ساتھ پاگل خانے۔ وہاں جا کر چاہے عقاب بن جانا چاہے چوہا بن جانا۔"

ناگ نے کہا:

"پاگل خانے تم جاؤ گے۔ کیوں کہ ابھی تم جو کچھ دیکھو گے وہ تمہیں پاگل کر دے گا۔"

اور ناگ نے گہرا سانس لیا اور بولا:

"خدا حافظ میرے پاگل سپاہی۔"

اور اس کے ساتھ ہی ناگ عقاب بن کر ایک چھپاکے کے ساتھ طوفانی رات کے اندھیرے میں اُڑ گیا۔ پولیس کے سپاہی کے ہاتھ سے خوف کے مارے ڈنڈا گر پڑا اور وہ بے ہوش ہو کر دھڑام سے گر پڑا۔

ناگ بارش اور بادلوں کے طوفان میں اڑتا ہوا دریائے فرات کے کنارے پہنچ گیا۔ دریا پر گہرا اندھیرا چھایا ہوا تھا اور بجلی چمکتی تو دریا پر بارش کی بوندیں گرتی دکھائی دیتیں۔ بادل زور سے گرج رہے تھے۔ کھوپڑی نے کہا تھا کہ ایسی ہی طوفانی رات

میں ایک سیاہ پوش عورت اسے وہاں ملنے آئے گی۔ ناگ اندھیرے میں اس عورت کو دیکھنے کی کوشش کرنے لگا۔ وہ انسانی شکل میں واپس آ گیا تھا اور تیز بارش میں دریا کے کنارے ایک پرانے پُل پہ کھڑا تھا۔

ایک بار جو بجلی زور سے چمکی تو ناگ اپنے بالکل سامنے ایک سیاہ پوش انسان کو کھڑا دیکھ کر ڈر گیا۔ یہ سیاہ پوش اچانک خدا جانے کہاں سے اندھیرے میں بالکل اس کے سامنے آ گیا تھا۔ یہ سیاہ پوش وہی عورت تھی جس کے ملنے کی خبر ملکہ کی کھوپڑی نے دی تھی۔

ناگ نے کہا:

"اے سیاہ پوش عورت! مجھے ملکہ بابل کی لاش نے تمہارے پاس بھیجا ہے۔ کیا تو مجھ سے بات کرے گی؟"

سیاہ پوش عورت نے اپنے چہرے پر سے نقاب اُلٹ دیا۔ ناگ نے دیکھا کہ اس عورت کے چہرے پر کھال نہیں بلکہ ہڈیاں ہی ہڈیاں ہیں اور ایک کالا بچھو اس کی آنکھوں کے درمیان ماتھے سے چمٹا اسے بار بار ڈنک مار رہا ہے۔ ناگ سمجھ گیا کہ یہ بھی کسی بدروح کا ڈھانچہ ہے۔ ایک بار اس کے دل میں خیال آیا بھی کہ کہیں وہ کسی مصیبت میں نہ پھنس

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

جائے۔ مگر پھر یہ سوچ کر خاموش رہا کہ اسے ماریا کی تلاش تھی اور وہ ماریا کی تلاش کی خاطر ہی وہاں آیا تھا۔

سیاہ پوش عورت نے ناگ سے کہا:

"سنو! میرے جانے کے بعد اس پل کے نیچے جانا۔ وہاں تمہیں دریا کے کنارے پر ایک لکڑی کا صندوق ملے گا۔ تم اس صندوق میں جا کر لیٹ جانا اور ڈھکنا بند کر دینا۔ پھر یہ صندوق اپنے آپ دریا کی لہروں پر روانہ ہو جائے گا۔ اور تمہیں اس جگہ پہنچا دے گا جہاں ماریا تمہارا انتظار کر رہی ہے۔"

اس سے پہلے کہ ناگ اس سے کوئی سوال پوچھتا وہ سیاہ پوش عورت غائب ہو گئی۔ ناگ بارش اور ہوا کے طوفان میں پل پر اکیلا رہ گیا اور سوچنے لگا کہ اسے سیاہ پوش لاش کے کہنے پر عمل کرنا چاہیے یا نہیں۔ آخر اس نے صندوق میں بند ہونے کا فیصلہ کر لیا۔ کیوں کہ اس نے سوچا کہ صندوق میں بند ہونے سے اس کا کیا بگڑ جائے گا۔ اگر اس میں کوئی سازش ہوئی تو وہ جب چاہے صندوق کو توڑ کر باہر نکل سکے گا۔ چنانچہ ناگ پل سے اتر کر نیچے دریا کے کنارے آ گیا۔ کیا دیکھتا ہے کہ وہاں ایک لکڑی کا صندوق دریا کی لہروں پر ہچکولے کھا رہا ہے۔ ناگ ماریا سے ملنے کو بے تاب تھا۔ اس نے صندوق کا ڈھکنا کھولا اور اس کے اندر اتر کر لیٹ گیا اور صندوق کا ڈھکنا بند کر دیا۔ صندوق کے ڈھکنے کا بند ہونا تھا کہ وہ کنارے سے ہٹنے لگا اور پھر دریا کے بیچ میں آ کر تیز اور طوفانی بارش میں لہروں پر ہچکولے کھاتا آگے کو روانہ ہو گیا۔

ناگ نے صندوق کے اندر آنکھیں کھول رکھی تھیں۔ صندوق میں کوئی ایسی خاص بات نہیں تھی۔ معمولی لکڑی کا صندوق تھا۔ ناگ اس وقت صندوق میں لیٹا ماریا اور عنبر کے بارے میں غور کر رہا تھا۔ دل میں یہی خیال تھا کہ پہلے ماریا سے مل لے پھر وہ دونوں عنبر کی تلاش میں نکلیں گے۔

صندوق دریا کی طوفانی لہروں پر تھوڑی دور ہی بہا ہو گا کہ اچانک ناگ نے صندوق کی بند فضا میں ایک عجیب قسم کی بُو محسوس کی۔ بُو آہستہ آہستہ تیز ہو رہی تھی۔ ناگ کا دم گھٹنے لگا۔ اس نے گہرا سانس لیا کہ شیر کا روپ اختیار کرے اور صندوق اپنے آپ ٹوٹ جائے اور وہ آزاد ہو جائے مگر ایک حیرت ناک بات یہ ہوئی کہ ناگ شیر بننے کی بجائے سانپ بن گیا۔ کالا سیاہ سانپ جو تین فٹ لمبا تھا۔ یہ ناگ کی زندگی کا پہلا واقعہ تھا کہ وہ اپنی مرضی کے خلاف سانپ بن گیا تھا۔ وہ پریشان ہو گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

اس نے ایک بار پھر زور سے پھنکار ماری کہ دوبارہ انسان کی شکل میں آ جائے مگر وہ انسان کی شکل میں نہ آ سکا۔ ناگ نے کئی بار سانپ کی بجائے کچھ اور بننے کی کوشش کی مگر وہ کامیاب نہ ہو سکا۔ صندوق میں اب سفید دھواں بھر گیا تھا جس میں ناگ کو سانس لینا مشکل ہو رہا تھا۔ وہ تڑپ کر صندوق سے باہر نکلنے کی کوشش کرنے لگا۔ اس نے صندوق کے ڈھکنے اور دیواروں سے ٹکرا کر انہیں توڑنے کی کوشش کی مگر اسے سخت چوٹ لگی۔ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔

ناگ کے سامنے اب یہ بات کھل کر سامنے آ گئی تھی کہ اس کے ساتھ دھوکہ ہوا ہے اور ایک خطرناک سازش کے ذریعے جادو کے صندوق میں بند کر کے اسے ناگ دیوتا کی بجائے ایک عام کالے سانپ میں تبدیل کر دیا گیا ہے۔ اس کا سانس بند ہونے لگا تھا اور سر چکرا رہا تھا۔ پھر وہ بے ہوش ہو گیا۔ بے ہوش ناگ کو سانپ کے روپ میں لیے صندوق طوفانی رات میں دریا کی لہروں پر بہتا چلا گیا۔

ناگ کو ہم دریائے فرات کی لہروں پر چھوڑتے ہیں اور واپس ماریا کی طرف جاتے ہیں جو قدیم بابل کی ظالم

ملکہ بن کر تخت پر بیٹھی ہے۔ اس کی یادداشت اب کمزور ہو رہی ہے اور کبھی ناگ اور عنبر کا خیال آتا بھی تھا تو اسے یوں محسوس ہوتا جیسے ان دونوں سے وہ کبھی خواب میں ملی تھی۔ گویا وہ دونوں اس کی جیتی جاگتی دنیا کے نہیں بلکہ خواب کی دنیا کے ساتھی تھے جس طرح ناگ اور عنبر کو ماریا کی یاد ستاتی تھی اس طرح ماریا کو ان دونوں کا خیال نہیں آتا تھا۔ کھوپڑی کے تاج کی وجہ سے وہ پوری طرح بابل کی ظالم ملکہ بنتی جا رہی تھی۔ اس کی رعایا ملکہ کے ظلم سے تنگ آ گئی تھی اور اس سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتی تھی۔ وزیر اعظم اس بات سے فائدہ اٹھاتے ہوئے درباریوں کو اپنے ساتھ ملا کر ملکہ کے خلاف ایک خونی سازش کا جال بچھا رہا تھا۔ اس نے فوج کے سپہ سالار اور درباریوں کے ساتھ ملکہ کے خلاف پورا گٹھ جوڑ کر لیا تو ایک روز بغاوت کر کے تخت پر قبضہ کر لیا اور ملکہ کو قید میں ڈال دیا۔ جب ماریا کا تاج اس سے چھن گیا اور وہ قید خانے میں بے بس ہو کر پڑ گئی تو اس کی ساری یادداشت واپس آ گئی۔

اب اسے اپنی غلطی کا احساس ہوا کر اس نے چاہ بابل میں جا کر اور لاش کی کھوپڑی کا تاج پہن کر سخت غلطی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کی تھی۔ وہ ملکہ بابل نہیں رہی تھی۔ مگر پوری طرح ماریا بھی نہیں بنی تھی۔ صرف اس کی یادداشت پوری کی پوری لوٹ آئی تھی۔ باقی اس کی شکل وصورت بھی ماریا کی نہیں تھی اور ماریا کی طرح وہ اپنی مرضی سے غائب بھی نہیں ہو سکتی تھی۔ وہ عجیب مشکل میں پھنس گئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وزیر اسے زندہ نہیں چھوڑے گا اور وہ غائب بھی نہیں ہو سکتی اور انسانی شکل میں ہے اور اس لیے اسے موت کی تکلیف برداشت کرنی پڑ جائے گی۔ اس بات سے ماریا بہت پریشان تھی۔ کیوں کہ اس نے آج تک موت کا مزہ نہیں چکھا تھا۔ اگر وہ غائب حالت میں ہوتی تو اسے کوئی نہیں مار سکتا تھا مگر وہ غائب نہیں تھی بلکہ زندہ گوشت پوست کی ایک کمزور عورت تھی جس کو اگر چیونٹی بھی کاٹ لیتی تھی تو اسے تکلیف ہوتی تھی۔

آخر وہی ہوا جس کا ماریا کو خطرہ تھا۔

وزیر اعظم نے ملکہ بابل یعنی ماریا کی موت کا اعلان کر دیا اور کہا کہ کل صبح سویرے قلعے کے اوپر ملکہ کا سر کلہاڑے سے کاٹ ڈالا جائے گا۔ جب ماریا کو اس بڑی خبر کا علم ہوا تو اس کا تو رنگ زرد ہو گیا۔ زندگی

میں پہلی بار موت اسے اپنی آنکھوں کے سامنے کھڑی نظر آئی۔ اس نے اپنی نازک گردن پر ہاتھ پھیرا اور یہ سوچ کر اس کی روح کانپ اٹھی کہ کل صبح یہ گردن کلہاڑے سے کاٹ دی جائے گی۔ ناگ اور عنبر کو یاد کر کے اس کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی بھی اس وقت وہاں ہوتا تو اسے موت کے منہ سے بچا سکتا تھا، لیکن ماریا اکیلی رہ گئی تھی۔ نہ وہاں اس کی مدد کو عنبر موجود تھا اور نہ ناگ!

ماریا کو یہ بھی معلوم تھا کہ اس نے ملکہ بابل بن کر رعایا پر جو ظلم کیے ہیں قدرت یہ اسے اس کی سزا دے رہی ہے۔ ملکہ بابل کو یہی سزا دی گئی تھی اور تاریخ اپنے آپ کو دوبارا دہرا رہی تھی۔ گویا ماریا ملکہ بابل کی شکل میں ایک بار پھر قتل ہونے والی تھی۔

ماریا ساری رات پریشان رہی اور قید خانے میں زخمی شیرنی کی طرح ادھر سے اُدھر ٹہلتی رہی۔ فرار کا کوئی راستہ نہیں تھا۔ کبھی وہ بڑی آسانی کے ساتھ ایسے موقعوں پر دیوار میں سے گذر جایا کرتی تھی، لیکن اب وہ ایسا نہیں کر سکتی تھی۔ وہ ایک کمزور عورت کی طرح بے بس اور مجبور تھی۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رات گذر گئی۔ صبح ہوئی تو سپاہی اسے لینے آ گئے
ماریا کا رنگ اڑا ہوا تھا۔ بدن موت کے خوف سے ٹھنڈا
پڑ گیا تھا اور اس سے چلا نہیں جا رہا تھا۔ دو سپاہیوں
نے اسے سہارا دے کر اٹھایا اور قدم قدم چلاتے تہہ خانے
کے خفیہ راستے سے قلعے کی چھت پر لے گئے۔ سورج
نکل رہا تھا۔ قلعے کی چھت پر ایک جگہ چبوترے پر
لکڑی کا چوکور مُڈھ پڑا تھا۔ قریب ہی سیاہ نقاب پہنے
کلہاڑا ہاتھ میں لیے جلّاد کھڑا تھا۔

چار سپاہی تلواریں لیے پہرہ دے رہے تھے۔ وہاں
نہ وزیر اعظم تھا اور نہ دربار کا کوئی امیر تھا۔ وزیر اعظم
نے جلّاد کو حکم دے رکھا تھا کہ ملکہ کا سر کاٹ کر اس کا
دھڑ شہر کے دروازے پر لٹکا دیا جائے اور سر تھال میں
رکھ کر اسے پیش کیا جائے۔

ماریا کا خوف کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا۔ اس کی
کمزوری کی وجہ سے قدم نہیں اٹھایا جا رہا تھا۔ سپاہی اسے
گھسیٹتے ہوئے چبوترے پر لے گئے۔ جلّاد نے اس کی گردن
پر سے سنہری بال آگے کو کیے اور سر کو لکڑی کے چوکور
مُڈھ پر اس طرح رکھ دیا کہ کلہاڑے کا تیز پھل ٹھیک
ملکہ کی گردن پر پڑے ماریا نے خوف سے چیخ مارنی چاہی

مگر اس کی آواز نہ نکل سکی۔ اس نے آنکھیں بند کر لیں۔
جلّاد نے نشانہ باندھ کر کلہاڑا اوپر اٹھایا اور دونوں ہاتھوں
سے ماریا کی گردن پر ایک بھرپور وار کیا۔ ماریا کی گردن کٹ
کر دُور جا گری۔

گردن کے کٹتے ہی ماریا کو ایک ہلکا سا جھٹکا لگا اور
وہ جیسے اچھل کر اپنے جسم سے الگ ہو کر قلعے کی چھت پر
گر پڑی۔ وہ جلدی سے اٹھی اور سب سے پہلے اس نے
اپنے آپ کو دیکھا۔ وہ غائب تھی اور نظر نہیں آ رہی تھی۔
پھر اس نے چبوترے کی طرف دیکھا۔ ملکہ بابل کا دھڑ کٹ
کر گرا ہوا تھا اور جلّاد اس کے دُور پڑے ہوئے سر کو
اٹھا کر طشت میں رکھ رہا تھا۔ تھوڑی دیر پہلے ماریا اس
عورت کے جسم میں داخل تھی اور اس کی گردن کے کٹنے
کے ساتھ ہی آزاد ہو کر اس کے جسم سے الگ ہو گئی تھی
اور دوبارہ ماریا کے روپ میں واپس آ گئی تھی۔ ماریا بے حد
خوش تھی کہ اس کی مصیبت کٹ گئی اور پھر سے اپنی
اصلی شکل صورت میں آ گئی۔ اس نے ہاتھ جوڑ کر خدا کا شکر ادا
کیا اور وعدہ کیا کہ وہ آئندہ کبھی لالچ نہیں کرے گی۔
ماریا نے جلّاد کو اپنا کٹا ہوا سر طشت میں رکھے محل
کی طرف وزیر اعظم کے پاس لے جاتے دیکھا۔ اگرچہ یہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سر اب اس کا نہیں بلکہ بابل کی ملکہ کا تھا۔ مگر تھوڑی دیر پہلے یہ سر اس کی گردن پر لگا ہوا تھا اور اسے جلاد نے بڑی بے رحمی سے کاٹ ڈالا تھا۔ ماریا کے دل میں خیال آیا کہ اسی کلہاڑے سے جلاد کا سر اتار دے، لیکن پھر سوچ کر خاموش ہو گئی کہ بابل کی ملکہ بڑی ظالم تھی اور یہ اس کو اس کے ظلم کی سزا ملی ہے۔

وہ قلعے کی چھت سے اتر کر قلعے کے دروازے پر آ گئی۔ یہاں بڑا زبردست پہرہ لگا تھا۔ مگر ماریا کو کسی سے پوچھنے کی ضرورت نہیں تھی۔ اب وہ پوری طاقت والی ماریا بن چکی تھی اور کسی کو دکھائی نہیں دے رہی تھی۔ وہ بڑے آرام سے قلعے کے بند دروازے میں سے باہر نکل گئی۔ قلعے کے باہر ایک کھلا میدان تھا۔ یہاں ایک درخت کے نیچے بیٹھ کر ماریا سوچنے لگی کہ وہ عنبر اور ناگ کو کہاں تلاش کرے اور ان سے کہاں ملاقات ہو سکتی ہے۔ وہ ناگ کو ڈھائی ہزار آگے کی دنیا کے بغداد شہر کے ہوٹل میں چھوڑ آئی تھی۔ اسے معلوم تھا کہ وہ اس کے فون کرنے کے بعد ٹیلے والے چاہ بابل میں ضرور آیا ہو گا۔ پھر خدا جانے وہ کہاں چلا گیا ہو گا۔

ماریا نے اس قلعے اور محل پر آخری نگاہ ڈالی جہاں

وہ ملکہ بن کر کل تک حکومت کرتی تھی اور جہاں ابھی تھوڑی دیر پہلے اس کا سر کاٹ دیا گیا تھا۔ پھر وہ اٹھی اور میدان میں اس طرف چل پڑی جدھر دریا پار جنگل شروع ہو جاتا تھا۔ اس نے دریا پار کیا اور جنگل میں آ گئی۔ یہ جنگل دیودار کے درختوں کا تھا اور دریا میں سے نکلی ہوئی ایک نہر اس کے اندر سے گذرتی تھی۔ ماریا اس جنگل میں بھی نہ رکی اور نہر کے کنارے کنارے چلتی گئی۔

ماریا کو ہم یہیں چھوڑتے ہیں اور عنبر کی طرف جاتے ہیں۔ کیوں کہ ناگ بھی ایک عام کالے سانپ کی شکل میں صندوق میں بند ہو کر دریائے فرات کی لہروں پر بہا چلا جا رہا ہے اور جادوئی تیز دھند کی اثر سے بے ہوش ہو چکا ہے۔ عنبر راج کمار کمالا کا وزیر بن کر محل میں رہ رہا تھا مگر اب اس کا وہاں دل نہیں لگتا تھا اور وہ ماریا اور ناگ سے ملاقات کرنے کو بے تاب تھا۔ مگر جوگی نے کہا تھا کہ حالات خود بخود اسے ناگ اور ماریا کے پاس لے جائیں گے۔ وہ حالات کا انتظار کر رہا تھا۔

ایک دن ایسا ہوا کہ عنبر محل سے نکل کر دریا کی طرف سیر کو گیا تو اسے ایک آدمی کی چیخوں کی آوازیں سنائی دیں۔

"بچاؤ۔ مجھے بچاؤ۔"

عنبر نے دیکھا کہ ایک آدمی دریا میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے اسی شاہی لباس میں ہی دریا میں چھلانگ لگا دی۔ آدمی ڈوب رہا تھا اور دریا کے پانی کے اندر چلا گیا تھا عنبر نے غوطہ لگایا کہ اس ڈوبتے آدمی کو نیچے سے پکڑ کر پانی سے باہر لے آئے۔ مگر اسے پانی کے اندر وہ آدمی کہیں دکھائی نہ دیا۔ عنبر ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار کر اسے تلاش کرتا رہا مگر وہ نہ ملا۔

آخر عنبر ناکام ہو کر پانی سے باہر نکل آیا۔ جونہی اس نے اپنے پانی بھرے لمبے بالوں کو جھٹکا اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی دوسری جگہ نکل آیا تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ جب اس نے دریا میں چھلانگ لگائی تھی تو وہ صبح کا وقت تھا اور یہاں جب وہ باہر نکلا تو شام ہو رہی تھی۔ اس نے چھلانگ دریا میں لگائی تھی لیکن یہاں وہ ایک نہر میں نکلا تھا جس کے دونوں کناروں پر سفیدے کے گھنے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے اور کھڑے دور نہر کے پل پر سے بچے نہر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔ عنبر نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑوں کو دیکھا۔ اس کا لباس بھی وہ شاہی لباس نہیں تھا بلکہ اس نے ایک نیلی ٹی شرٹ اور نسواری جینز نما پتلون پہن رکھی تھی اور پاؤں میں بوٹ تھے۔

عنبر سمجھ گیا کہ وقت نے ایک دم سے چھلانگ لگائی مگر ابھی تک اسے یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ چھلانگ تاریخ میں آگے کو لگی ہے کہ پیچھے کو۔ شام کی سرخی نہر کے پانی میں چمک رہی تھی۔ کنارے پر بڑی خوبصورت چھوٹی سی سڑک بنی ہوئی تھی جہاں سے دو تین موٹر کاریں گذریں تو عنبر سمجھ گیا کہ وقت نے پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی ہے۔ اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ ملک کون سا ہے اور یہ شہر کون سا ہے عنبر نے سوچا کہ لوگ جب اسے دیکھیں گے کہ وہ کپڑوں سمیت نہر میں سے نکل رہا ہے تو کہیں اسے پاگل نہ سمجھنے لگیں۔ وہ تیر کر نہر کے کنارے پر آیا اور پھر پانی سے باہر نکل کر جھاڑی کے پاس کپڑے نچوڑنے لگا۔ کار میں سے گذرتے ہوئے کچھ لوگوں نے اسے غور سے دیکھا اور گذر گئے۔ عنبر نے ٹی شرٹ دوبارا پہنی اور وہیں نہر کنارے گھاس پر بیٹھا رہا۔

موسم گرمی کا تھا اس لیے عنبر کے کپڑے تھوڑی دیر بعد سوکھ گئے۔ وہ اٹھا اور نہر کے پل کے پاس آ کر سڑک کنارے کھڑا ہو گیا۔ اس کی جیبیں خالی تھیں۔ ایک لڑکا اس کے قریب سے گذرا تو عنبر نے اس سے پوچھا کہ یہ شہر کون سا ہے؟

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے دیکھا کہ ایک آدمی دریا میں ڈوب رہا تھا۔ اس نے اسی شاہی لباس میں ہی دریا میں چھلانگ لگا دی۔ آدمی ڈوب رہا تھا اور دریا کے پانی کے اندر چلا گیا تھا عنبر نے غوطہ لگایا کہ اس ڈوبتے آدمی کو نیچے سے پکڑ کر پانی سے باہر لے آئے۔ مگر اسے پانی کے اندر وہ آدمی کہیں دکھائی نہ دیا۔ عنبر ادھر اُدھر ہاتھ پاؤں مار کر اسے تلاش کرتا رہا مگر وہ نہ ملا۔

آخر عنبر ناکام ہو کر پانی سے باہر نکل آیا۔ جونہی اس نے اپنے پانی بھرے لمبے بالوں کو جھٹکا اسے محسوس ہوا کہ وہ کسی دوسری جگہ نکل آیا تھا۔ پہلی بات تو یہ کہ جب اس نے دریا میں چھلانگ لگائی تھی تو وہ صبح کا وقت تھا اور یہاں جب وہ باہر نکلا تو شام ہو رہی تھی۔ اس نے چھلانگ دریا میں لگائی تھی لیکن یہاں وہ ایک نہر میں نکلا تھا جس کے دونوں کناروں پر سفیدے کے گھنے درخت سر اٹھائے کھڑے تھے اور کھڑے دور نہر کے پل پر سے بچے نہر میں چھلانگیں لگا رہے تھے۔ عنبر نے اپنے بھیگے ہوئے کپڑوں کو دیکھا۔ اس کا لباس بھی وہ شاہی لباس نہیں تھا بلکہ اس نے ایک نیلی ٹی شرٹ اور نسواری جینز نما پتلون پہن رکھی تھی اور پاؤں میں بوٹ تھے۔

عنبر سمجھ گیا کہ وقت نے ایک دم سے چھلانگ لگائی ہے۔ مگر ابھی تک اسے یہ نہیں معلوم ہوا تھا کہ چھلانگ تاریخ میں آگے کو لگی ہے کہ پیچھے کو۔ شام کی سرخی نہر کے پانی میں چمک رہی تھی۔ کنارے پر بڑی خوبصورت چھوٹی سی سڑک بنی ہوئی تھی جہاں سے دو تین موٹر کاریں گزریں تو عنبر سمجھ گیا کہ وقت نے پیچھے کی طرف چھلانگ لگائی ہے۔ اب اسے یہ معلوم کرنا تھا کہ یہ ملک کون سا ہے اور یہ شہر کون سا ہے عنبر نے سوچا کہ لوگ جب اسے دیکھیں گے کہ وہ کپڑوں سمیت نہر میں سے نکل رہا ہے تو کہیں اسے پاگل نہ سمجھنے لگیں۔ وہ تیر کر نہر کے کنارے پر آیا اور پھر پانی سے باہر نکل کر جھاڑی کے پاس کپڑے نچوڑنے لگا۔ کار میں سے گزرتے ہوئے کچھ لوگوں نے اسے غور سے دیکھا اور گزر گئے۔ عنبر نے ٹی شرٹ دوبارا پہنی اور وہیں نہر کنارے گھاس پر بیٹھا رہا۔

موسم گرمی کا تھا اس لیے عنبر کے کپڑے تھوڑی دیر بعد سوکھ گئے۔ وہ اٹھا اور نہر کے پل کے پاس آ کر سڑک کنارے کھڑا ہو گیا۔ اس کی جیبیں خالی تھیں۔ ایک لڑکا اس کے قریب سے گزرا تو عنبر نے اس سے پوچھا کہ یہ شہر کون سا ہے؟

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لڑکے نے حیرانی سے عنبر کو دیکھا اور کہا:

"بھاجی! ایہ لاہور اے۔ تسی پاگل تے نئیں؟"

اور یہ کہہ کر لڑکا ہنستا ہوا دوڑ گیا۔

عنبر لاہور میں پہنچ گیا تھا اور یہ لاہور ۱۹۸۴ء کا جدید زمانے کا لاہور تھا۔ عنبر اس سے پہلے بھی لاہور آ چکا تھا مگر وہ اس شہر سے زیادہ واقف نہیں تھا۔ ایک بات جان کر اسے خوشی ہو رہی تھی کہ جوگی کے کہنے کے مطابق اس کا ماریا اور ناگ سے ملاقات کا عمل شروع ہو چکا تھا۔ اسے راج کمار کنالا کے محل سے نکلنے کی خوشی بھی تھی۔ یہ بھی خدا کا شکر ادا کرنے والی بات تھی کہ عنبر نے اپنے تمام فرض پوری دیانت داری سے ادا کر دیئے تھے۔

عنبر نہر کنارے چلتا چلتا یونیورسٹی کیمپس کی طرف آ نکلا۔ ابھی شام کا اندھیرا نہیں ہوا تھا اور دن کی روشنی چاروں طرف پھیلی ہوئی تھی۔ عنبر لاہور کے اس علاقے میں صرف ماڈل ٹاؤن میں رہنے والی عزالہ کو جانتا تھا جو اصل میں قدیم مصر کی شہزادی ماتری تھی اور جو عزالہ کے روپ میں اپنا دوسرا جنم بسر کر رہی تھی اور جس کے پاس شہزادی ماتری کا دیا ہوا موتیوں کا قیمتی ہار بھی تھا۔ مگر وہ

عنبر کو نہیں پہچانتی تھی۔ کیونکہ عزالہ کے روپ میں دوسرا جنم اختیار کرنے کے بعد اس کی پچھلی یادداشت گم ہو چکی تھی۔ اگرچہ عزالہ کی شکل قدیم مصری شہزادی ماتری سے ہو بہو ملتی جلتی تھی۔ عنبر کو عزالہ کی کوٹھی کی طرف جانے کی ضرورت نہیں تھی کیونکہ جب وہ عنبر کو پہچان ہی نہیں سکتی تھی تو اس سے ملاقات کرنے کا فائدہ کیا تھا۔

عنبر گارڈن ٹاؤن کی کوٹھیوں کے قریب سے گزر رہا تھا کہ اس نے دیکھا کہ ایک جنازہ قبرستان کی طرف جا رہا ہے۔ عنبر چونکہ مسلمان تھا اور اسے معلوم تھا کہ اگر آدمی کوئی جنازہ دیکھے تو اسے کندھا ضرور دینا چاہیے۔ اس سے نہ صرف ثواب ہوتا ہے بلکہ انسان کے دل میں نیکی کے جذبات پیدا ہوتے ہیں۔ عنبر کے پاس کوئی کام بھی نہیں تھا۔ اس نے جنازے کو کاندھا دیا اور پھر جنازے کے ساتھ ہی شامل ہو گیا کہ میّت کو دفن کر کے فاتحہ پڑھنے کا ثواب بھی حاصل کر لے۔

عنبر نے کاندھا دیتے وقت محسوس کیا تھا کہ مُردے کی میّت بھاری ہے۔ اس نے سوچا کہ ہو سکتا ہے مُردے کا بدن بھاری ہو۔ جنازہ قبرستان میں داخل ہو گیا۔ جنازے میں ایک لمبے بالوں والا جس نے شلوار قمیض پہن رکھی تھی بہت زیادہ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

واویلا کر رہا تھا اور مرنے والے کو یاد کر کے روئے جا رہا تھا۔ مرنے والے کے رشتہ دار اسے نہیں جانتے تھے مگر وہ کہتا تھا کہ وہ مرنے والا کا کراچی کا دوست ہے اور وہاں سے اس کی موت کی خبر سن کر لاہور آیا ہے۔ وہ اتنا رو رہا تھا کہ اس کے آنسو لوگوں سے دیکھے نہیں جاتے تھے۔

نماز جنازہ پڑھنے کے بعد مردے کو قبر میں اتار کر قبر بند کر دی گئی لوگ واپس چلنے لگے تو اس آدمی نے جو بہت زیادہ روتا تھا ایک دم شور مچا دیا کہ قبر میں اس کا بٹوہ گر گیا ہے جس میں اس کا پاسپورٹ اور شناختی کارڈ اور ضروری کاغذات ہیں۔ لوگ رک گئے اور اس آدمی کا تکنے لگے۔

"کیا آپ کو یقین ہے کہ بٹوہ قبر میں گرا ہے۔"

وہ بولا:

"جی ہاں ــــ مجھے سو فیصد یقین ہے۔ کیوں کہ جب میں قبرستان میں داخل ہوا تو وہ میری جیب میں تھا۔ جب میت کو قبر میں اتارا جا رہا تھا تو اس وقت بٹوہ اندر گر گیا ہو گا۔ خدا کے لیے تھوڑی دیر کے واسطے قبر کھول دیں کہ میں اپنا بٹوہ لے لوں۔ اس میں میری جائیداد کے بڑے ضروری کاغذات ہیں۔ اگر وہ نہ ملے تو میں کہیں کا نہ رہوں گا۔"

کسی نے کہا: قبر بند ہو چکی ہے اسے دوبارا کھولنا مناسب نہیں لگتا۔ کسی نے کہا کہ آخر حرج ہی کیا ہے۔ قبر بند ہوئے زیادہ دیر نہیں ہوئی، ہو سکتا ہے اس شریف آدمی کا بٹوہ اندر ہی ہو۔ قبر کو دوبارا بند کر دیں گے۔ آخر طے پایا کہ قبر کو کھول دیا جائے تا کہ اس آدمی کا بٹوہ وہاں سے نکالا جائے۔

گورکن کو پھر بلایا گیا۔ اس نے پھاوڑے سے قبر کی مٹی پھر سے کھودنی شروع کر دی۔ عنبر وہاں کھڑا یہ سب کچھ دیکھ رہا تھا۔ اسے بھی یقین تھا کہ وہ آدمی ٹھیک ہی کہہ رہا ہے اور اس کا بٹوہ ضرور قبر میں ہی رہ گیا ہو گا۔

اب ایک عجیب دل ہلا دینے والا منظر نظر آنے والا تھا۔ جونہی قبر کھلی تو اس میں سے ایک شعلہ سا لپک کر باہر کو آیا۔ گورکن چھلانگ مار کر باہر آ گیا۔ شعلے کے دھماکے سے سب لوگ قبر میں دیکھنے لگے کہ یہ آگ کہاں سے آ گئی ہے؟ اندر جو انہوں نے دیکھا وہ اس قدر ڈراؤنا اور خون کو جما دینے والا تھا کہ کئی تو بے ہوش ہو گئے اور باقی توبہ توبہ کرتے وہاں سے بھاگ گئے جو بے ہوش ہوئے تھے ان کو ان کے رشتہ دار دوست اٹھا کر بھاگ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گئے۔ وہاں اب سوائے عنبر اور گورکن کے اور کوئی نہیں تھا۔ کمال کی بات یہ تھی کہ جس آدمی نے شور مچایا تھا کہ اس کا بڈھا قبر میں گر گیا ہے وہ بھی غائب ہو چکا تھا۔ ایسا لگتا تھا کہ تقدیر نے اسے صرف قبر کھلوانے کے لیے ہی وہاں بھیجا تھا۔

گورکن دور کھڑا خوف سے تھر تھر کانپ رہا تھا۔ شام کی روشنی ابھی باقی تھی۔ عنبر نے جھک کر قبر میں دیکھا تو ایک دفعہ تو وہ بھی دہشت سے کانپ گیا۔

کیا دیکھتا ہے کہ قبر کے اندر مردے کا اوپر کا آدھا دھڑ اوپر کو اٹھا ہوا ہے۔ مردے کی ٹانگوں پر ایک بہت بڑا سانپ کنڈل مارے بیٹھا ہے اور اپنے منہ سے مُردے کی زبان کو تالو سے باہر کھینچ رہا ہے۔ مردے کی زبان آدھی سے زیادہ باہر لٹک چکی ہے اور اس میں سے خون کے لوتھڑے گر رہے ہیں جنہیں سانپ کھا رہا ہے۔ تھوڑی تھوڑی دیر بعد سانپ مُردے کے منہ پر پھنکار مارتا ہے جس سے شعلہ نکلتا ہے۔ مردے کا چہرہ سیاہ پڑ چکا ہے اور وہ درد اور تکلیف کی وجہ سے آہستہ آہستہ کبھی آگے اور کبھی پیچھے ہو رہا ہے۔

عنبر نے بڑے بڑے خوف ناک منظر دیکھے تھے مگر

ایسا خوف ناک منظر پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔ اسے پیچھے سے گورکن کی آواز آئی:

"بھائی جی پیچھے آ جاؤ۔"

عنبر نے کہا:

"تم یہاں آ کر قبر کو بند کیوں نہیں کرتے یہ تمہارا فرض ہے۔"

گورکن ڈرتے ڈرتے آگے آ گیا۔ عنبر نے اس کے ساتھ مل کر قبر کو پھر سے بند کر دیا۔ گورکن فوراً وہاں سے بھاگ گیا۔ شام کا اندھیرا پھیل گیا تھا۔ عنبر اس قبر کے پاس اکیلا رہ گیا تھا۔ وہ واپس ہونے ہی لگا تھا کہ اسے ایک آواز سنائی دی۔ یہ آواز کسی آدمی کی تھی مگر بڑی ہی کمزور اور درد بھری آواز تھی۔ ایسے لگ رہا تھا جیسے قبر کے اندر سے آ رہی ہے۔ عنبر نے اپنے کان قبر سے لگا دیئے، آواز پھر آئی:

"قبر کھولو۔ میری فریاد سنو۔ قبر کھولو۔ میری فریاد سنو۔"

عنبر سمجھ گیا کہ یہ وہی مردہ ہے جس کو ابھی ابھی دفن کیا گیا ہے جو بڑے درد ناک قسم کے عذابِ قبر میں مبتلا ہے۔ عنبر اس کی مدد کرنا چاہتا تھا۔ اس کی فریاد سننا چاہتا تھا۔ اس نے گورکن کو آواز دی کہ قبر کھودنے میں اس کی مدد کرے۔ مگر گورکن وہاں سے سر پر پاؤں رکھ کر فرار

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ہو چکا تھا۔

قبر سے آواز بار بار آ رہی تھی۔

"میری قبر کھولو۔ خدا کے واسطے میری فریاد سنو۔"

عنبر نے قبر پر سے مٹی ہٹانی شروع کر دی۔ جب قبر آدھی سے زیادہ کھُد گئی تو مردے کی آواز آنی بند ہو گئی۔ اب رات کا اندھیرا پھیل چکا تھا اور قبرستان میں گہری خاموشی تھی۔ عنبر نے قبر کھود کر کھول دی تو کیا دیکھتا ہے کہ وہی مردہ جس کے گھٹنوں پر سانپ بیٹھا اس کی زبان کھینچ رہا تھا، اسی طرح قبر کے اندر بیٹھا ہے۔ سانپ کی گرم پھنکاروں سے اس کا منہ سیاہ پڑ چکا ہے۔ اس کی زبان باہر لٹک رہی ہے اور اس میں سے خون ٹپک رہا ہے۔ مگر حیرانی کی بات یہ تھی کہ سانپ وہاں نہیں تھا۔

مردے کی بے نور آنکھیں اپنے گھٹنوں پر لگی تھیں۔ جہاں تھوڑی دیر پہلے سانپ بیٹھا ہوا تھا۔

عنبر نے آہستہ سے پوچھا:

"تم کیا کہنا چاہتے ہو۔ کہو۔ میں تمہاری فریاد سننے کے لیے آ گیا ہوں۔"

مُردے نے عنبر کی طرف دیکھے بغیر کہا:

"مجھے عذاب دینے والا سانپ تھوڑی دیر کے لیے چلا گیا ہے۔ وہ پھر آئے گا اور میری زبان تالو سے کھینچنا شروع کر دے گا۔"

عنبر نے پوچھا:

"تم نے ایسا کون سا گناہ کیا ہے جس کی تمہیں اتنی بھیانک سزا مل رہی ہے۔"

مُردے نے کہا:

"میں نے یہی بتانے کے لیے تمہیں آواز دی ہے۔ کیوں کہ صرف تم ہی میری مدد کر سکتے ہو۔ میری بات غور سے سنو۔ میرا نام نجم الدین ہے۔ میں نہروں کا ٹھیکیدار تھا۔ ایک بار میں ساہیوال کے علاقے میں ایک نہر کی کھدائی کروا رہا تھا کہ مجھے زیادہ مزدوروں کی ضرورت پڑ گئی۔ وہاں مزدور بہت پیسے لیتے تھے اور ہم بچوں اور آدمیوں کو بے گار میں پکڑ کر ان سے مفت کام لیا کرتے تھے۔ ان ہی دنوں میں جیپ پر سوار لاہور سے واپس جا رہا تھا کہ ساہیوال کے قریب نئی آبادی کے پاس سے گذرا تو ایک لڑکا نہر کنارے بیٹھا سکول کی کتاب پڑھ رہا تھا۔ میں نے اسے بے ہوش کیا اور اغوا کر کے اپنے بے گار کیمپ میں لے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گیا اور اس کے پاؤں میں لوہے کی زنجیر ڈال دی اور اس سے زبردستی کام لینے لگا جب کبھی پولیس چھاپہ مارتی ہیں اس لڑکے کو بھی تہہ خانے میں چھپا دیتا۔ خدا جانے وہ کس ماں کا لختِ جگر تھا۔ میں نے اس کی ایک ٹانگ توڑ دی تھی کہ وہ بھاگ نہ سکے۔ پھر میں مرگیا اور جب تم لوگ مجھے قبر میں دفن کرنے کے بعد ابھی قبرستان میں ہی تھے کہ قبر کے اندر مجھ میں دوبارہ جان پڑ گئی اور کسی نے میرے اوپر والے دھڑ کو اُٹھا کر مجھے قبر کے اندر بٹھا دیا۔ پھر قبر میں سانپ کی پھنکار کے ساتھ ایک شعلہ لپکا اور ایک سیاہ سانپ میرے گھٹنوں پر آ کر بیٹھ گیا اور اس نے اپنا منہ میرے منہ میں ڈال کر میری زبان کو باہر کھینچنا شروع کر دیا۔ تکلیف اور درد سے میرا بُرا حال ہو رہا تھا مگر میرے حلق سے آواز تک نہیں نکل سکتی تھی اور نہ میں ہاتھ پیر ہلا سکتا تھا۔ اس بھیانک منظر کو تم لوگ اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو۔"

عنبر نے کہا:

"میں تمہاری کیا مدد کر سکتا ہوں؟"

مُردہ بولا:

"ساہیوال سے دس میل دُور ایک نہر کی کھدائی ہو رہی ہے۔ وہاں نجم الدین ٹھیکیدار کے ڈیرے پر جانا۔ وہاں ایسے لڑکے بھی ہیں جنہیں دوسروں نے اغوا کیا تھا اور میں نے انہیں خرید لیا تھا اور ان پر ظلم کرتا تھا۔ وہاں وہ لڑکا بھی ہے جس کو ساہیوال کی نئی آبادی سے میں نے جیپ میں اغوا کیا تھا۔ تم ان سب لڑکوں کو رہا کرا دو اور جس لڑکے کو میں نے اغوا کیا تھا اسے اس کے گھر ماں باپ کے پاس پہنچا دو۔ جب وہ لڑکا اپنے ماں باپ کے سینے سے لگ جائے گا تو مجھے قبر کے عذاب سے نجات مل جائے گی۔"

عنبر نے کہا:

"میں یہ نیک کام ضرور کروں گا۔ مجھے بتاؤ کہ اس لڑکے کا نام کیا ہے؟"

مُردے نے کہا:

"وہ اپنا نام راشد اور باپ کا نام کمال دین بتاتا ہے۔"

اچانک مردے کا سانس تیز تیز چلنے لگا۔ وہ گھبرا گیا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

تھا۔ اس کا اوپر والا دھڑ کانپنے لگا۔ وہ درد بھری آواز میں بولا:

"خدا کے لیے جلدی جاؤ۔ سانپ واپس آ رہا ہے۔"

عنبر نے دیکھا کہ قبر میں ایک شعلہ مردے کی طرف لپکا اور پھر وہی کالا بڑا سانپ قبر کے کونے والے سوراخ میں سے نکلا اور مردے کے گھٹنوں پر کنڈل مار کر بیٹھ گیا اور اپنا منہ کھول کر مردے کی باہر نکلی ہوئی زبان کے خون کو چاٹ کر اسے باہر کو کھینچنے لگا۔ عنبر کو مردے کی کراہیں سنائی دینے لگیں۔ وہ قبر سے باہر نکل آیا۔ اس نے قبر پر جلدی جلدی مٹی ڈالنی شروع کر دی!!

○

سانپ، قبر اور شعلہ

عنبر نے وہ رات نہر کنارے گذار دی۔

صبح صبح وہ ریلوے سٹیشن پر آگیا اور ساہیوال جانے والی گاڑی میں سوار ہو گیا۔ اس کے پاس ٹکٹ خریدنے کو پیسے نہیں تھے چنانچہ وہ بغیر ٹکٹ کے ہی ٹرین میں سوار ہو گیا تھا۔ ٹرین چل پڑی۔ راستے میں کسی نے اس سے ٹکٹ نہ پوچھی۔ جب وہ ساہیوال کے ریلوے سٹیشن پر اترا تو گیٹ پر ٹکٹ چیکر کھڑا تھا۔ وہ ٹکٹ لے کر مسافروں کو باہر جانے دیتا تھا۔ عنبر گیٹ میں سے نکلنے کی بجائے سیدھا پلیٹ فارم پر چل کر لائن پر اتر گیا۔ وہ لائنوں لائن آگے جا کر کھیتوں میں نکل جانا چاہتا تھا۔ مگر وہاں بھی ایک ٹی ٹی کھڑا ٹکٹ چیک کر رہا تھا۔

اُس نے عنبر کو روک لیا:

"ٹکٹ دکھائیں"

عنبر نے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"بھائی میں نے کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ میرے پاس ٹکٹ کے لیے پیسے نہیں تھے۔"

ٹی ٹی نے کہا:

"تو پھر جیل کی ہوا کھانے کے لیے تیار ہو جاؤ۔"

عنبر کو غصّہ آ گیا کہ اس شخص نے دوسری بات ہی نہیں کی۔ جھٹ سے اسے جیل بھجوانے کی دھمکی دے دی ہے۔ اس نے ایک بار پھر ادب سے کہا:

"بھائی صاحب! میں ایک ضروری کام سے ساہیوال آیا ہوں یقین کریں اگر میرے پاس پاکستانی کرنسی ہوتی تو میں ٹکٹ کے بغیر کبھی ٹرین میں نہ بیٹھتا۔"

ٹی ٹی کو اور غصّہ آ گیا:

"تو پھر میں کیا کروں؟ میں نے تم ایسے بڑے چار سو بیس دیکھے ہیں۔"

عنبر سے غصّہ برداشت نہ ہو سکا۔ اس نے ٹی ٹی سے کہا:

"میرے راستے کی رکاوٹ نہ بنو۔ نہیں تو میں تمھیں اٹھا کر یہ اوپر والے درخت کی سب سے اوپر والی ٹہنی پر پھینک دوں گا۔"

اتفاق سے وہاں ان دونوں کے سوا تیسرا کوئی نہیں تھا۔

ٹی ٹی نے عنبر کی گردن پکڑ کر کہا:

"بک بک مت کرو اوئے۔"

عنبر نے ٹی ٹی کو بازو سے پکڑا۔ اسے آہستہ سے اوپر اٹھایا وہ زمین سے دو فٹ اوپر اٹھ آیا۔ ٹی ٹی عنبر کی طاقت دیکھ کر حیران سا ہو گیا۔ عنبر نے اسے زمین سے اور اوپر اٹھا لیا۔

ٹی ٹی کو خوف سے پسینہ آ گیا۔ اس نے جلدی سے کہا:

"مجھے نیچے اتار دو اور چلے جاؤ۔ میں تمھیں کچھ نہیں کہوں گا۔"

عنبر ہنس دیا:

"اب عقل آ گئی ہے تمھیں۔"

اس نے ٹی ٹی کو زمین پر اتارا اور خود آگے روانہ ہو گیا۔ ٹی ٹی عنبر کو جاتے پھٹی پھٹی آنکھوں سے تکتا رہا۔

عنبر پوچھتا پوچھتا ساہیوال شہر سے دس میل دُور نجم الدین ٹھیکیدار کے ڈیرے پر پہنچ گیا۔ نجم الدین کی موت کی وجہ سے اس کا بھائی لاہور گیا ہوا تھا۔ وہاں ایک بڑی بڑی مونچھوں والا آدمی نہر کی کھدائی کروا رہا تھا۔ عنبر نے دیکھا کہ بچے بھی مٹی کھود کھود کر ڈھو رہے تھے اور ان کا فاقوں کے مارے بُرا حال ہو رہا تھا اور ان کے پاؤں میں زنجیریں بندھی ہوئی تھیں۔

عنبر کو آتا دیکھ کر مونچھوں والے آدمی نے اسے وہیں روک دیا:

"کون ہو تم۔ وہیں رُک جاؤ۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ٹھہر گیا۔ مونچھوں والے ٹھیکیدار نے قریب آ کر عنبر
کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال دیں اور خونخوار نظروں سے
دیکھتے ہوئے کڑک کر پوچھا:

"ادھر تم کیوں آئے ہو؟"

عنبر نے کہا:

"مجھے نجم الدین ٹھیکیدار نے بھیجا ہے۔"

وہ آدمی عنبر کو اوپر سے نیچے دیکھنے لگا:

"نجم الدین ٹھیکیدار تو کل کا مر چکا ہے۔ تمہیں وہ کہاں
مل گیا تھا مرنے کے بعد؟"

عنبر نے کہا:

"بہرحال تم اسے نہ سمجھ سکو گے۔ بس وہ مجھے مل
گیا تھا اور اس نے کہا ہے کہ بیگار میں پکڑے
ہوئے جتنے بچے یہاں کام کر رہے ہیں انہیں
چھوڑ دیا جائے۔"

مونچھوں والا خونخوار آدمی قہقہہ مار کر ہنسا:

"تم مجھے کوئی پاگل لگتے ہو۔ چلو بھاگو یہاں سے
نہیں تو گولی مار دوں گا۔"

عنبر نے کہا:

"گولی تم مجھے کیا مارو گے، لیکن سیدھی طرح میری

بات مان لو گے تو اس میں تمہارا ہی فائدہ ہوگا
یہ نجم الدین کی ہدایت ہے کہ ان اغوا کیے ہوئے
تمام بچوں کو رہا کر دو۔"

مونچھوں والے نے عنبر کو گھور کر دیکھا اور کہا:

"اور تم کون ہو؟"

عنبر نے کہا:

"میں ایک جن ہوں جو قبرستان میں رہتا ہے۔
وہیں نجم الدین کے مردے سے میری ملاقات
ہوئی تھی۔"

مونچھوں والا قہقہہ لگا کر بولا:

"تو تم جن ہو؟"

"ہاں — میں قبرستان کا جن ہوں" عنبر نے کہا۔

مونچھوں والے ٹھیکیدار نے عنبر کے کندھے پر ہاتھ رکھ
کر کہا:

"اچھا اگر تم جن ہو تو اپنی کوئی نشانی تو بتاؤ۔"

عنبر نے کہا:

"اگر میں نے نشانی بتا دی تو کیا تم ان بے گناہ
بچوں کو آزاد کر دو گے؟"

"ہاں" مونچھوں والے نے یونہی کہہ دیا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر نے اس کی بات پر یقین کرتے ہوئے کہا:
"تو پھر اس گدھے کے پاس آؤ۔"
"اسے آدمی بناؤ گے؟"
عنبر نے کہا:
"اس کی ضرورت نہیں ہے۔ کیوں کہ یہاں پہلے ہی بہت سے آدمی گدھے ہیں۔"
عنبر مونچھوں والوں کو لے کر گدھے کے پاس آ گیا جو درخت کے نیچے کھڑا تھا۔
عنبر نے کہا:
"میں اس کے پیٹ کے نیچے ہاتھ رکھ کر اسے تمہارے سر سے اوپر اٹھا کر لے جاؤں گا دیکھو۔"
اور عنبر نے گدھے کے پیٹ کے نیچے ہاتھ ڈالا اور اسے بڑے آرام سے اوپر اٹھایا اور مونچھوں والے ٹھیکیدار کے سر سے اوپر تک اٹھا کر لے گیا۔ وہ آدمی ڈر کر پرے ہٹ گیا، کیونکہ اس نے ایسا سین پہلے کبھی نہیں دیکھا تھا۔
عنبر نے کہا:
"اب اغوا کیے ہوئے بچوں کو آزاد کر دو، کیونکہ میں نے ثابت کر دیا ہے کہ میں جن ہوں۔"
اس آدمی نے صدری کی جیب سے پستول نکال لیا اور بولا:

"تم جادوگر ہو، میں تمہیں زندہ نہیں چھوڑوں گا۔"
اور اس نے عنبر پر گولی چلا دی۔ ایک دو تین چار گولیاں پستول سے نکل کر عنبر کے جسم پر مختلف جگہوں پر لگیں اور ٹکرا ٹکرا کر واپس زمین پر گر پڑیں۔ مونچھوں والے کو نانی یاد آ گئی۔ اس نے زندگی میں ایسا آدمی نہیں دیکھا تھا جس کے جسم پر پستول کی گولی اثر نہ کرتی ہو۔ وہ جیب سے چاقو نکالنے ہی والا تھا کہ عنبر نے اس کے ہاتھ سے پستول چھین لیا اور نالی کا رخ اس کی طرف کر کے کہا زمین پر الٹے لیٹ جاؤ۔ مونچھوں والا ٹھیکیدار پہلے ہی عنبر سے ڈر گیا تھا۔ وہ جھٹ زمین پر الٹا لیٹ گیا۔ عنبر نے اس کے ہاتھ پیچھے باندھ کر اس کی ٹانگیں بھی باندھ دیں۔
وہاں دو آدمی اور تھے۔ عنبر نے انہیں بھی پستول دکھا کر ہینڈز اپ کروا لیا۔ اب بے گار میں پکڑے ہوئے لڑکے بھی وہاں آ گئے۔ عنبر نے ایک لڑکے سے کہا۔ ان دونوں آدمیوں کے پاؤں میں زنجیریں ڈال دو۔ انہوں نے ایسا ہی کیا۔ پھر عنبر نے سارے بچوں کے پاؤں کی زنجیریں کاٹ ڈالیں۔ وہ کل سات بچے تھے اور ان کی عمریں دس سال سے کم تھیں۔ ان میں سے ایک لڑکے کی ٹانگ بندھی ہوئی تھی۔
عنبر نے اس سے پوچھا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"کیا تمہارا نام ارشد ہے؟"

"جی ہاں" لڑکے نے سہم کر کہا:

عنبر نے کہا:

"فکر نہ کرو۔ آج سے تم سب آزاد ہو اور جہاں جانا چاہتے ہو جا سکتے ہو۔"

پھر عنبر نے لڑکوں کی خواہش کے مطابق ایک جیپ میں بٹھایا اور انہیں لے کر ساہیوال کے پولیس سٹیشن پر آ کر تمام لڑکوں کو پولیس کے حوالے کر دیا تاکہ ان لڑکوں کو ان کے گھروں میں پہنچا دیا جائے۔ مگر راشد کو لے کر عنبر خود اس کے گھر کی طرف نئی آبادی میں آ گیا۔ ارشد سیدھا اپنے گھر پہنچ گیا۔ اپنے بیٹے کو اچانک اپنے سامنے دیکھ کر ارشد کے ماں باپ خوشی سے پاگل ہو گئے۔ انہوں نے ارشد کو اپنے سینے سے لگا اور اسے چومنے لگے۔

ارشد نے کہا:

"امی ابو! یہ صاحب مجھے آزاد کرا کر لائے ہیں۔"

ارشد کی امی اور ابو عنبر کا بار بار شکریہ ادا کر رہے تھے اور اس کی تعریف کرتے کرتے ان کی زبان نہیں تھک رہی تھی۔ انہوں نے عنبر کو انعام دینا چاہا مگر عنبر نے کہا:

"آپ مجھے صرف لاہور تک جانے کے ٹرین کے ٹکٹ کے پیسے دے دیں۔ اس سے زیادہ مجھے اور کچھ نہیں چاہیے۔"

کیوں کہ عنبر اب ایک بار پھر کسی ٹی ٹی کو زمین سے پانچ فٹ اوپر اٹھا کر تماشہ نہیں دکھانا چاہتا تھا۔ ارشد کے ماں باپ تو حیران رہ گئے۔ وہ عنبر کو ایک ہزار روپیہ انعام دینا چاہتے تھے مگر عنبر نے صرف دس روپے ٹکٹ کے لیے اور وہاں سے واپس ریلوے سٹیشن کی طرف چل پڑا۔ وہ جلدی سے جلدی واپس لاہور والے قبرستان میں پہنچ کر یہ دیکھنا چاہتا تھا کہ نجم الدین ٹھیکیدار کو قبر کے عذاب سے نجات ملی ہے یا نہیں؟

ریلوے سٹیشن پر ایک گھنٹہ انتظار کرنے کے بعد اسے لاہور جانے والی ٹرین ملی۔ وہ ٹرین میں سوار ہو رہا تھا کہ اسے ڈبے میں سے وہی ٹی ٹی نیچے اُترتا نظر آیا جس کو عنبر نے زمین سے پانچ فٹ اوپر اُٹھا لیا تھا۔ عنبر نے شرارت سے اس کی طرف دیکھ کر سلام کیا اور وہ ٹی ٹی اچھل کر ایک طرف ہٹا اور وہاں سے بھاگ گیا اور پھر گیٹ کے پاس جا کر ڈری ڈری نظروں سے عنبر کو تکنے لگا۔

عنبر ٹرین میں بیٹھ گیا۔ اس نے دور سے ٹی ٹی کو اپنا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ٹکٹ دکھایا اور مسکرا دیا۔ ٹرین لاہور کی طرف روانہ ہوگئی۔ دوپہر کے بعد کوئی پانچ بجے کے قریب عنبر لاہور پہنچ گیا اس کے پاس کچھ پیسے بچے ہوئے تھے۔ وہ ماڈل ٹاؤن جانے والی بس میں سوار ہوگیا اور قبرستان کے سٹاپ پر اُتر گیا۔

قبرستان میں سناٹا چھایا ہوا تھا۔ عنبر کو نجم الدین ٹھیکیدار کی قبر پہچاننے میں ذرا دقت نہ ہوئی۔ وہ قبر کے پاس آکر سوچنے لگا کہ اب اسے کھود کر معلوم کرنا ہوگا کہ مُردے کو عذاب سے نجات مل گئی ہے یا نہیں؟ ابھی وہ یہ سوچ ہی رہا تھا کہ اسے مردے کی آواز سنائی دی یہ آواز بڑی صاف اور خوشی کی آواز تھی:

"میرے دوست عنبر! خدا تمھیں اس نیک کام کی جزا دے گا۔ خدا نے میرے گناہ معاف کر دیئے ہیں۔ اب تمھیں قبر کھودنے کی ضرورت نہیں۔ میرا عذاب ختم ہوگیا ہے اور میں فرشتوں کے ساتھ جنّت میں جا رہا ہوں۔ تمھارا شکریہ اب تم واپس جا سکتے ہو۔"

عنبر نے کچھ کہنا چاہا تو نجم الدین کی پھر آواز آئی:

"دنیا سے میرا باتیں کرنے کا وقت ختم ہوگیا ہے

میں اب اس سے زیادہ تمھیں کچھ نہ بتا سکوں گا۔ اب تم واپس چلے جاؤ۔ خدا حافظ!"

اس کے بعد گہری خموشی چھا گئی۔ اور عنبر نے اپنی روحانی آنکھوں سے دیکھا کہ نجم الدین کی قبر میں سے اس کی رُوح بلند ہوئی۔ اس کے سارے جسم پر پھولوں کے ہار تھے۔ فرشتے اس کے ساتھ ساتھ تھے اور وہ قبر سے بلند ہو کر اوپر آسمان کی طرف جا رہی تھی۔ روح کے پھولوں کی مہک قبرستان میں پھیل گئی تھی۔ روح کے چہرے پر سکون اور مسرّت کا نُور تھا۔

عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا اور قبر سے واپس آگیا۔ عنبر کو ابھی تک ناگ یا ماریا کا کوئی سراغ نہیں ملا تھا۔ کوئی واقعہ بھی ایسا پیش نہیں آیا تھا کہ جس کا تعلق ناگ یا ماریا سے ہوتا۔ لیکن بہت جلد ایک واقعہ پیش آنے والا تھا۔ عنبر قبرستان سے نکل کر لاہور کے مقبرہ جہانگیر میں آگیا۔ اس کے پاس چونکہ پاکستانی کرنسی نہیں تھی اور اسے ضرورت بھی نہیں تھی۔ اس لیے اس نے یہی مناسب سمجھا کہ کچھ وقت مقبرہ جہانگیر میں گذارا جائے ہو سکتا ہے اس دوران میں ناگ اور ماریا کا کوئی سراغ مل جائے۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

پیارے دوستو! آپ کو معلوم ہے کہ اسی زمانے یعنی ۱۹۸۳ء میں ناگ بھی لاہور شہر میں اچانک نمودار ہوا تھا اور یہاں اس کی ملاقات بس میں دسویں جماعت کے ایک طالب علم امجد سے ہوئی تھی جسے ناگ سے ملنے کا بہت شوق تھا کیوں کہ وہ عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی قسطیں بڑے شوق سے پڑھا کرتا تھا۔ ناگ نے اپنا تعارف بس ہی میں امجد سے کرایا۔ وہ اسے گارڈن ٹاؤن والی اپنی کوٹھی میں لے گیا۔ جہاں اس کی بہن کو ایک سانپ آکر سونگھ جایا کرتا تھا جس کی وجہ سے وہ بہت بیمار تھی۔ ناگ نے اس کا علاج کیا اور سانپ سے اسے نجات دلائی۔ پھر ناگ نے جاتے جاتے اپنے لاہور کے دوست امجد کو نشانی کے طور پر سانپ کا ایک منکا دیا تھا کہ اگر کبھی اسے اس کی ضرورت پڑے تو اس منکے کو زمین پر گھسائے وہ اس کی مدد کرنے کے لیے آجائے گا اور اگر کسی وجہ سے آ نہ سکا تو اس کی مدد کرنے کی ضرور کوشش کرے گا۔

پیارے دوستو! یہ لڑکا امجد گارڈن ٹاؤن کے ریلوے ٹھیکیدار شیخ کرامت علی کا بیٹا تھا اور وہیں اپنے ماں باپ اور بہن کے ساتھ گارڈن ٹاؤن کی کوٹھی میں رہتا تھا۔ ناگ کے جانے کے بعد امجد ناگ کو بہت یاد کیا کرتا تھا مگر

چونکہ ناگ نے کہا تھا کہ زبردست ضرورت کے بغیر وہ سانپ کے منکے کو استعمال نہ کرے اس لیے امجد نے منکے کو سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ اس کی امی اور ڈیڈی نے کئی بار اسے کہا بھی کہ منکے پر کہیں پھر کوئی سانپ نہ آ جائے اسے دریا میں پھینک آئے مگر وہ منکا ناگ کی دوستی کی نشانی تھی اس لیے امجد نے اسے اپنے سے الگ نہیں کیا تھا۔

امجد کی کوٹھی کے ساتھ والی کوٹھی میں ایک وکیل صاحب رہتے تھے جو بڑے تیز مزاج والے تھے اور نوکروں اور کوٹھی پر آنے والے فقیروں کو جھڑک دیا کرتے تھے۔ جس وقت عنبر مقبرہ جہانگیر میں تھا تو ان ہی دنوں ایک روز دوپہر کو وکیل صاحب اپنی کوٹھی میں داخل ہونے لگے تو دیکھا کہ کوٹھی کے گیٹ پر ایک سپیرا بین بجا رہا ہے۔ اس نے وکیل صاحب کو دیکھ کر کہا:

"بچے سلامت رہیں۔ کچھ فقیر کو بھی مل جائے میں پٹاری میں سے سانپوں کے بادشاہ کو نکال کر اس کا تماشہ دکھاتا ہوں۔"

وکیل نے سپیرے کو نہ صرف جھڑکا بلکہ اسے ٹھڈے مارتے ہوئے کہا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"نکل جاؤ یہاں سے ۔ تمہیں کوٹھی میں داخل ہونے کی جرأت کیسے ہوئی ۔ چلو ۔ دفعہ ہو جاؤ ۔ اُلو کا پٹھا!"

یہ کہہ کر وکیل کوٹھی میں چلا گیا ۔ سپیرے کو بے حد غصہ آیا ۔ اس نے اس بددماغ وکیل سے بدلہ لینے کا فیصلہ کر لیا ۔ یہ بڑا خطرناک بلکہ خونی فیصلہ تھا ۔ سپیرے نے دیکھا کہ کوٹھی کے لان میں گیٹ کے پاس ہی کرسی پر کسی بچے کی نیکر سکھانے کے لیے ڈالی ہوئی ہے ۔ سپیرے نے بڑی تیزی سے آگے بڑھ کر نیکر اٹھا کر جھولے میں ڈالی اور وہاں سے غائب ہو گیا ۔ اپنے ڈیرے پر پہنچ کر سپیرے نے سانپوں کے بادشاہ کرونڈیئے سانپ کو پٹاری میں سے نکالا اور اس کے آگے نیکر ڈال دی ۔ سانپ نے نیکر کو ڈس دیا ۔ مگر کرونڈیئے سانپ کا زہر نکالا ہوا تھا ۔ ابھی اس کے منہ کی تھیلی میں زہر پیدا نہیں ہوا تھا ۔ زہر پیدا ہونے میں دو دن باقی تھے ۔ ان دو دنوں میں سپیرے نے کرونڈیئے سانپ کو نیکر بار بار سنگھائی ۔ اور ہر بار نیکر سنگھانے کے بعد وہ سانپ کے سر پر آہستہ سے چھڑی مار دیتا ۔ وہ سانپ کو نیکر کی بُو والے لڑکے کے خلاف بھڑکا رہا تھا ۔ اس نیکر میں وکیل کے اکلوتے دس سالہ بیٹے کے بدن کی بُو رچی ہوئی تھی ۔ دو دن میں

کرونڈیئے سانپ نے نیکر والے لڑکے کے جسم کی بُو سے بہت شناخت پیدا کر لی اور اسے اس بُو والے لڑکے سے سخت دشمنی بھی پیدا ہو گئی ۔ کیونکہ سانپ جب نیکر میں سے اس لڑکے کی بُو سونگھتا تھا اسے چھڑی سے مارا جاتا تھا ۔ سانپ تو اس بو والے لڑکے کا جانی دشمن ہو گیا ۔ تیسرے روز سپیرے کو جب یقین ہو گیا کہ سانپ اپنا خونی کام کرنے کے لیے بالکل تیار ہے تو وہ رات کے وقت ڈیرے سے نکل کر اندھیرے میں گارڈن ٹاؤن کی طرف روانہ ہو گیا ۔

وکیل کی کوٹھی کے پاس پہنچ کر سپیرے نے ایک بار پھر سانپ کو وکیل کے بیٹے کی نیکر سنگھائی اور کوٹھی کی جھاڑیوں میں چھوڑ دیا ۔ سانپ تیزی سے کوٹھی کی طرف رینگنے لگا ۔ سپیرا خود ذرا دور اندھیرے میں جا کر بیٹھ گیا اور سانپ کی واپسی کا انتظار کرنے لگا ۔ کرونڈیا سانپ جس کا رنگ بھورا سیاہی مائل تھا وکیل کی کوٹھی کے برآمدے کے پاس جا کر رک گیا ۔ وکیل کے بیٹے کی نیکر والی بُو اس کوٹھی سے نہیں آ رہی تھی ۔ اتفاق سے وکیل کا بیٹا اس وقت ساتھ والی شیخ صاحب کی کوٹھی میں امجد کے کمرے میں بیٹھا لڈو کھیل رہا تھا ۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سانپ نے زبان نکالتے ہوئے جب امجد کی کوٹھی کی طرف منہ کیا تو اسے اُدھر سے وکیل کے بیٹے کی تیز بُو آئی۔ وہ غصّے سے پاگل ہو کر امجد کی کوٹھی کی طرف لپکا۔ مگر جب امجد کے کمرے کی پچھلی کھڑکی کی طرف پہنچا تو اس پر لرزا طاری ہو گیا۔ وکیل کے بیٹے کی تیز بُو کے ساتھ ہی اسے عظیم ناگ دیوتا کے مقدس منکے کی تیز بُو بھی آ رہی تھی۔ یہ وہ منکا تھا جو ناگ نے جاتی دفعہ امجد کو نشانی کے طور پر دیا تھا اور جسے اس نے اپنی الماری کے تہہ خانے میں سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔ کرونڈیا سانپ پچھاڑ کھا کر پیچھے کو گرا اور تیزی سے نکل کر واپس وکیل کی کوٹھی کے باغ کی جھاڑیوں میں آ کر چھپ گیا۔

اگر وکیل کا بیٹا کچھ دیر اور امجد کے پاس بیٹھا رہتا تو ہو سکتا تھا کہ کرونڈیا سانپ ڈر کے مارے واپس چلا جاتا۔ مگر جو ہونا ہوتا ہے وہ ہو کر رہتا ہے۔ سانپ کو امجد کی کوٹھی سے بھاگے دس منٹ ہی ہوئے ہوں گے کہ وکیل کے بیٹے نے کہا:

"بس یار امجد! مجھے تو نیند آ رہی ہے۔ صبح سکول بھی جانا ہے۔"

اور وہ امجد کو سلام کر کے واپس اپنی کوٹھی کی طرف

چلا۔ کوٹھی کی پچھلی دیوار سے ایک راستہ وکیل کی کوٹھی کی پچھلی دیوار والے چھوٹے دروازے کو جاتا تھا۔ وکیل کا بیٹا ادھر کو گیا تھا۔ جھاڑیوں میں چھپے ہوئے سانپ نے اچانک وکیل کے بیٹے کی بُو سونگھی وہ جلدی جلدی اپنی زبان باہر نکالنے لگا۔ اصل میں وہ بُو سونگھ رہا تھا۔ اب صرف وکیل کے بیٹے کی بُو آ رہی تھی۔ عظیم ناگ دیوتا کے منکے کی بُو اس کے ساتھ نہیں تھی۔

سانپ بُو کی طرف لپکا۔ وہ اتنی تیزی سے رینگتا ہوا گھاس کے لان پر سے گزرتا کوٹھی کے پچھلے صحن میں پہنچا کہ ابھی وکیل کا بیٹا کوٹھی کے پچھلے برآمدے کی پہلی سیڑھی پر ہی پہنچا تھا کہ کرونڈیئے سانپ نے اچھل کر اس کی پنڈلی پر ڈس دیا اور زور سے پھنکار مار کر وہاں سے غائب ہو گیا۔ وکیل کے بیٹے نے پنڈلی پر سانپ کے دانتوں کی درد محسوس کی اور جب سانپ کو گھاس میں غائب ہوتے دیکھا تو چیخ مار کر گر پڑا۔ اس کی چیخ کی آواز سن کر گھر کے سارے لوگ ادھر کو بھاگے۔ وہاں ایک کہرام مچ گیا کہ بچے کو سانپ نے کاٹ لیا ہے۔

اس وقت کرونڈیا سانپ واپس سپیرے کے پاس پہنچ گیا تھا جس نے اسے پٹاری میں بند کیا اور اپنے ڈیرے کی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

طرف روانہ ہوگیا۔ وکیل کی کوٹھی میں شور اور چیخ و پکار کی آوازیں سن کر سپیرے کو اطمینان ہوگیا تھا کہ سانپ نے لڑکے کو ڈس لیا ہے۔

شور کی آواز سن کر امجد بھی کمرے سے باہر آگیا۔ اسے جب معلوم ہوا کہ اس کے دوست کو سانپ نے کاٹ لیا ہے تو اچانک اسے ناگ کے دیئے ہوئے منکے کا خیال آگیا۔ وہ بھاگ کر واپس کمرے میں گیا اور الماری میں رکھے صندوقچے میں سے منکہ نکال کر سیدھا اپنے دوست کے کمرے میں پہنچا۔ وکیل کا بیٹا بے سدھ پڑا تھا اور لوگ اس کی پنڈلی پر رسیاں باندھ رہے تھے۔ وکیل اور اس کی بیوی کا غم کے مارے بُرا حال تھا۔

"خدا کے لیے اسے جلدی ہسپتال لے چلو۔"

امجد نے کہا:

"میرے پاس سانپ کا زہر چوسنے والا منکہ ہے۔"

"خاموش رہو تم۔" امجد کے باپ نے اسے ڈانٹا۔

وکیل کے بیٹے کو فوراً کار میں ڈال کر سروسز ہسپتال پہنچایا گیا۔ امجد بھی اس کے ساتھ گیا۔ ڈاکٹروں نے وکیل کے بیٹے کو ٹیکے لگائے مگر کرونڈیئے سانپ کا زہر اپنا کافی اثر دکھا چکا تھا۔ ڈاکٹروں نے کہہ دیا کہ خدا سے

دعا کریں۔ لڑکے کے بچنے کی کوئی امید دکھائی نہیں دیتی۔ آپ اسے دیر کر کے لائے ہیں۔ ہسپتال میں وکیل کے گھر والوں نے رونا شروع کر دیا۔

امجد نے کہا:

"خالہ جان میں منکے سے اس کا علاج کروں گا۔"

ڈوبتے کو تنکے کا سہارا۔

انہوں نے کہا:

"خدا کے لیے اگر کچھ کر سکتے ہو تو کر کے دیکھو۔"

امجد نے منکہ نکال کر اپنے دوست کی پنڈلی پر اس جگہ رکھ دیا جہاں کرونڈیئے سانپ نے کاٹا تھا۔ آخر یہ کوئی معمولی منکہ نہیں تھا۔ عظیم ناگ دیوتا کا منکہ تھا۔ جونہی امجد نے منکے کو سانپ کے کاٹے ہوئے زخم پر رکھا، منکہ ایک بار لرز اٹھا۔ پھر اس کا سبز رنگ سرخ رنگ میں بدلنے لگا۔ وہاں کھڑے ڈاکٹر اور نرسیں بھی دلچسپی سے اس تماشے کو دیکھنے لگے۔ انہیں تو یقین ہو چکا تھا کہ لڑکا زندہ نہیں بچے گا۔

اب ایک نئی بات ہوئی۔ منکے نے ایک منٹ کے اندر اندر امجد کے دوست کے جسم کا سارا زہر چوس لیا اور سرخ ہو گیا۔ وہ بجلی کے ننھے سے بلب کی طرح چمک

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

رہا تھا۔ امجد کے دوست نے آنکھیں کھول دیں۔ اس کے ماں باپ خوشی سے نہال ہو کر اپنے بیٹے کی بلائیں لینے لگے۔ امجد نے منکہ اٹھا کر جیب میں رکھنا چاہا تو وہ اسے اٹھا نہ سکا۔ منکہ زخم کے ساتھ چمٹا ہوا تھا۔

امجد نے وکیل اور اپنے دوست سے کہا:

"ابھی بستر سے اٹھنا نہیں۔ ذرا انتظار کرو۔"

ادھر کرونڈیا سانپ سپیرے کی پٹاری میں لیٹا ہوا تھا کہ اچانک اس کے جسم پر ناگ دیوتا کی خفیہ شعاعوں کا اثر ہونے لگا۔ وہ تڑپ کر پٹاری سے باہر نکل آیا۔ اس پر جیسے دیوانگی کا دورہ پڑ چکا تھا۔ وہ بار بار زبان باہر نکال رہا تھا اور پھنکاریں مار رہا تھا۔

سپیرے نے سانپ کو گردن سے پکڑنے کی کوشش کی تو سانپ نے شوکر ماری اور اچھل کر سپیرے کی گردن پر ڈس دیا۔ سپیرا حیران سا ہو کر سانپ کی طرف دیکھنے لگا جو اس کے اردگرد دیوانوں کی طرح گھوم رہا تھا اور بار بار اس کی پنڈلیوں پر ڈس رہا تھا۔ سپیرے کے اندر اتنی جان بھی نہ رہی کہ وہ کسی کو مدد کے لیے آواز دے سکے۔ وہ دھڑام سے گرا اور ایڑیاں رگڑنے لگا۔ اس کا رنگ سیاہ پڑ چکا تھا۔ سانپ ڈیرے سے نکل کر ایک

طرف بھاگ اٹھا۔ ادھر ہسپتال میں امجد منکے کی طرف دیکھ رہا تھا جو سرخ ہو چکا تھا اور آہستہ آہستہ لرز رہا تھا۔ کہ ایک دم سے سانپ کی شوکر کی آواز سنائی دی۔

سب نے اس طرف دیکھا۔ اس طرف وہی سیاہ کرونڈیا سانپ نظر آیا جس نے امجد کو کاٹا تھا اور اب سپیرے کو اس کے ظلم کی سزا دے کر ہسپتال کے فرش پر رینگتا ہوا امجد کے منکے کی طرف آ رہا تھا۔ ڈاکٹر اور نرسیں سانپ کو مارنے کے لیے دوڑیں تو امجد نے انہیں ایسا کرنے سے منع کر کے پرے پرے ہٹ جانے کو کہا اور خود بھی ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہو گیا۔ سانپ امجد کے بستر پر چڑھ گیا۔ اس نے سُرخ منکے کے آگے تین بار سر جھکایا۔ پھر وکیل کے بیٹے کے ارد گرد تین چکر لگائے اور منکے پر اپنا منہ رکھ کر زہر واپس چوسنا شروع کر دیا۔ دیکھتے دیکھتے سُرخ منکے کا رنگ بدلنے لگا۔ وہ سُرخ سے سبز ہو گیا اور پھر اپنے آپ بستر پر گر پڑا۔ امجد نے آگے بڑھ کر منکا اٹھا لیا۔ منکہ گرم تھا۔ اس نے منکا جیب میں رکھ لیا۔ سانپ بستر سے نیچے اُترا اور ایسا غائب ہوا کہ کسی کو دوبارا دکھائی نہ دیا۔ امجد کا دوست تندرست ہو کر اُٹھ بیٹھا۔ اس کے ماں باپ اور بہن بھائیوں

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

نے اپنے بیٹے اور امجد کو گلے لگا لیا۔

اس واقعے کا چرچا سارے شہر میں ہو گیا۔ دوسرے روز اخبار میں خبر چھپ گئی کہ سرسبز ہسپتال میں سانپ کے کاٹے کا ایک لڑکا آیا۔ جس پر امجد نام کے ایک لڑکے نے سانپ کا ایسا جادوئی منکہ لگایا کہ سانپ نے آکر نہ صرف سارا زہر چوس لیا بلکہ منکے کو چوما اور اسے تین بار سجدہ بھی کیا۔

عنبر مقبرہ جہاں گیر سے واپس شہر کو آ رہا تھا کہ اس نے اخبار میں یہ خبر پڑھی تو اس کے کان کھڑے ہو گئے۔ اسے اچانک خیال آیا کہ یہ منکہ کوئی معمولی قسم کا منکہ نہیں ہو سکتا۔ یہ کوئی خاص منکہ ہے۔ ہو سکتا ہے جس لڑکے کے پاس یہ منکہ ہے اس سے ناگ کے بارے میں کوئی معلومات حاصل ہو سکیں۔ عنبر وہاں سے سیدھا سرسبز ہسپتال پہنچا اور جس لڑکے کو سانپ نے کاٹا تھا اس کی کوٹھی پر پہنچ گیا۔ وہاں پہنچ کر اسے معلوم ہوا کہ منکہ امجد کے پاس ہے جو ساتھ والی کوٹھی میں رہتا ہے۔ عنبر وہاں گیا اور امجد کے باپ سے یہ کہہ کر ملا کہ وہ ایک اخبار کا نامہ نگار ہے اور امجد کا انٹرویو لینا چاہتا ہے۔ اس کے باپ نے بتایا کہ امجد سکول گیا ہوا ہے۔

عنبر نے سکول کا پتہ پوچھا اور وہاں آ گیا۔

اس نے امجد کو باہر بلوا لیا۔ عنبر نے امجد کو سر سے پاؤں تک غور سے دیکھا۔ اسے امجد میں کوئی خاص بات نظر نہ آئی اور وہ امجد سے باتیں کرنے لگا۔ اس نے امجد کو بتایا کہ وہ ایک اخبار کا نامہ نگار ہے اور اس کا انٹرویو لینا چاہتا ہے۔ امجد بڑا خوش ہوا اور بولا:

"میری تصویر بھی چھپے گی نا؟"

"ہاں۔ ضرور چھپے گی۔" عنبر نے کہا:

پھر عنبر نے اس سے باتوں ہی باتوں میں پوچھا کہ یہ منکہ اسے کہاں سے ملا تھا۔

امجد نے کہا:

"مجھے افسوس ہے کہ یہ میں آپ کو نہیں بتا سکتا۔"

عنبر نے کہا:

"کیا تمہیں اس شخص نے منع کیا ہے جس نے تمہیں یہ منکہ دیا تھا؟"

امجد نے کہا:

"میں یہ بھی آپ کو نہیں بتا سکتا۔"

عنبر سمجھ گیا کہ بات کچھ زیادہ ہی پُراسرار ہوتی جا رہی ہے اور دال میں ضرور کچھ کالا کالا ہے۔ اس نے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

کسی دوسرے طریقے سے امجد سے بات اگلوانے کی کوشش کی۔ وہ اس سے اخباروں اور کتابوں کی باتیں کرنے لگا۔

"تم سکول ٹائم کے علاوہ کون کتابیں شوق سے پڑھتے ہو؟"

امجد نے کہا:

"مجھے عنبر ناگ ماریا کی واپسی بہت پسند ہے۔ میں اس کی قسطیں پڑھتا ہوں۔"

عنبر اب پوری بات سمجھ گیا تھا۔ اس نے امجد سے کہا:

"مجھے تو یہ قسطیں ذرا بھی پسند نہیں ہیں۔"

امجد بولا:

"کیوں؟ یہ تو بڑی دلچسپ ہوتی ہیں۔ بڑے پُراسرار اور سنسنی خیز واقعات لکھے ہوتے ہیں ان میں۔"

عنبر کہنے لگا۔

"ارے یار یہ سب جھوٹ ہوتا ہے۔ بھلا کوئی ایسا آدمی بھی دنیا میں ہو سکتا ہے جو سانپ ہو اور انسان بن جائے اور کبھی پرندہ بن جائے۔"

امجد کے منہ سے نکل گیا۔

"کیوں نہیں ہو سکتا۔ میں تو ایسے آدمی سے مل چکا ہوں۔"

عنبر نے ایک اور داؤ کھیلا:

"میں نہیں مانتا۔ تم جھوٹ کہہ رہے ہو۔"

امجد بولا:

"میں سچ کہہ رہا ہوں انکل! میں ناگ سے مل چکا ہوں۔ خدا کی قسم مل چکا ہوں۔"

عنبر نے جھٹ کہا:

"کیا اسی نے تمہیں منکہ دیا تھا؟"

"ہاں۔"

اتنا کہہ کر امجد کو اچانک احساس ہوا کہ یہ اس نے کیا کہہ دیا ہے۔ اسے تو اس بات کو راز میں رکھنے کے لیے کہا گیا تھا۔ عنبر نے اسے زیادہ سوچنے کی مہلت ہی نہ دی اور کہا:

"کیا تم مجھے وہ منکہ دکھا سکتے ہو؟"

"ہرگز نہیں۔ ہرگز نہیں۔" امجد نے انکار کر دیا۔

عنبر نے کہا:

"کیا تم مجھے یہ بھی نہیں بتاؤ گے کہ ناگ تمہیں کہاں ملا تھا اور اب وہ کہاں ہو گا؟"

"مجھے کچھ معلوم نہیں۔ میں جا رہا ہوں۔"

یہ کہہ کر امجد سکول کے کمرے کی طرف جانے لگا تو عنبر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

لے نے کہا:

"کیا تم عنبر کو بھی نہیں بتاؤ گے؟"

امجد ایک دم سے رُک گیا اور پلٹ کر عنبر کو دیکھنے لگا۔ پھر آہستہ سے اس کے قریب آ کر بولا:

"کیا تم - کیا تم سچ مچ عنبر ہو؟"

عنبر نے مسکراتے ہوئے کہا:

"ہاں - میں ناگ ماریا کا دوست عنبر ہوں جس کے بارے میں تم قسطیں پڑھا کرتے ہو اور جو پانچ ہزار برس سے واپسی کے سفر پر روانہ ہے۔"

امجد نے غور سے عنبر کا جائزہ لیا اور کہا:

"عنبر مر نہیں سکتا۔ اس کے جسم پر گولی اثر نہیں کرتی۔ کیا آپ بھی ایسا کر سکتے ہیں؟"

عنبر نے کہا:

"ہاں میں ایسا کر سکتا ہوں۔"

امجد بولا:

"پہلے اس کا ثبوت دیں۔ پھر میں آپ کو بتا دوں گا کہ یہ منکا مجھے ناگ نے کہاں دیا تھا۔"

عنبر نے کہا:

"میرے ساتھ آؤ۔"

عنبر امجد کو ساتھ لے کر سکول کے پچھواڑے آ گیا۔ یہاں ایک درخت کی اوٹ میں کھڑے ہو کر عنبر نے جیب سے ایک چاقو نکال کر کھولا اور اسے امجد کو دے کر کہا:

"اسے میری گردن پر زور سے مارو۔"

امجد ہچکچانے لگا:

"نہیں نہیں۔ میں ایسا نہیں کر سکتا۔"

"تو پھر تمہیں میرے عنبر ہونے کا ثبوت کیسے ملے گا؟"

امجد راضی نہیں ہو رہا تھا مگر عنبر نے آخر اسے راضی کر لیا۔ پہلے تو امجد نے چاقو کی نوک آہستہ سے عنبر کی گردن میں چبھونی چاہی۔ چاقو کی نوک گردن کے اندر نہ گئی۔

"زور سے چاقو مارو امجد۔"

امجد عنبر کی گردن پر آہستہ آہستہ چاقو رگڑنے لگا۔ اسے یوں لگ رہا تھا جیسے وہ کسی پتھر پر چاقو رگڑ رہا تھا۔

"بیٹے زور سے چاقو کا وار کرو۔"

امجد نے ذرا زور سے چاقو عنبر کی گردن پر مارا تو چاقو کا پھل ٹوٹ گیا مگر عنبر کی گردن پر ذرا سا بھی اثر نہ ہوا۔ وہ حیران رہ گیا۔ بالکل ایسے ہی ہوا تھا جیسے اس نے عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی قسطوں میں پڑھا تھا۔ اس نے حیرانی سے عنبر کی طرف دیکھا اور بولا:

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"مجھے یقین ہے انکل! آپ ہی عنبر ہیں۔ آپ سے مل کر مجھے بڑی خوشی ہوئی ہے۔"

عنبر نے امجد کے سر پر پیار کیا اور کہا۔ اب مجھے بتاؤ کہ ناگ تمہیں کہاں ملا تھا اور یہ منکا اس نے تمہیں کہاں دیا تھا

امجد نے ساری بات عنبر کو بیان کر دی اور کہا:

"انکل آپ شام کو میرے گھر آئیں۔ میں آپ کو منکہ دکھاؤں گا۔"

عنبر نے شام کو امجد کی کوٹھی پر آنے کا وعدہ کیا اور چلا گیا۔ امجد عنبر کو جاتے دیر تک دیکھتا رہا۔ اس کی خوشی کی کوئی انتہا نہیں تھی۔ پہلے وہ ناگ سے ملا تھا۔ اب عنبر اسے مل گیا تھا۔ اس نے سوچا کہ ایک روز وہ ماریا سے بھی ضرور ملے گا۔

○

ناگ کے منکے کا کرشمہ

شام کو عنبر امجد کی کوٹھی پر آ گیا۔

امجد نے اپنے والد سے عنبر کا یہ کہہ کر تعارف کرایا کہ یہ ناگ کے دوست ہیں جنہوں نے امجد کی بہن کو سانپ سے بچایا تھا۔ امجد کے والد نے عنبر کی بہت آؤ بھگت کی اور اسے عزت سے بٹھایا۔ امجد کی امی اور بہن بھی وہاں آگئی وہ اب بالکل تندرست ہو چکی ہے۔ امجد کے والد نے عنبر سے پوچھا۔

"آپ کیا کام کرتے ہیں؟"

عنبر مسکرا کر امجد کا منہ تکنے لگا۔ امجد نے کہا

"ڈیڈی! یہ عنبر ہیں۔ جو پانچ ہزار سال سے زندہ ہیں اور اب واپسی کا سفر طے کر رہے ہیں۔"

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"پانچ ہزار سال سے زندہ ہیں؟" امجد کے والد نے تعجب سے پوچھا۔ امجد کی امی اور بہن بھی عنبر کو حیرت سے تکنے لگیں۔

"ہاں ڈیڈی۔!"

تو گویا ان کی عمر پانچ ہزار سال ہے۔" امجد کی امی نے پوچھا۔

"ہاں امی جان! آپ نے عنبر ناگ ماریا کی ایک دو قسطیں پڑھی ہیں نا۔"

"ہاں پڑھی ہیں بیٹا۔"

"تو پھر آپ کو یقین ہو جانا چاہیئے کہ یہی عنبر ہیں جو مر نہیں سکتے۔"

امجد کی والدہ اور ڈیڈی ہنسنے لگے۔

"بیٹا مذاق نہ کرو۔ بھلا کوئی شخص اس دنیا میں ایسا بھی ہے۔ جو پانچ ہزار سال سے زندہ ہو اور جس کو موت نہ آسکے۔ یہ ناول لکھنے والے اوٹ پٹانگ باتیں لکھا کرتے ہیں۔"

اب عنبر نے بڑے نرم لہجے میں کہا۔

"جناب امجد ٹھیک کہتا ہے اور عنبر ناگ ماریا کی قسطیں لکھنے والا بھی جھوٹ موٹ نہیں لکھ رہا۔ وہ

ہمارے پانچ ہزار سالہ سفر کے درست واقعات لکھ رہا ہے۔ میں ہی وہ عنبر ہوں جس کو خدا کے حکم سے ابھی موت نہیں آسکتی۔

امجد کے ڈیڈی نے کہا۔" یعنی اگر آپ کی گردن کے اوپر سے ریل کار کا پہیہ گزر جائے تو آپ پھر بھی زندہ رہیں گے کیا؟"

عنبر نے کہا۔" جی ہاں! آپ مجھے آزما کر دیکھ سکتے ہیں۔"

امجد کی امی بولیں۔" اے بیٹا خدا نہ کرے کہ ایسا ہو۔ تم لوگ یہ کیسی باتیں لے بیٹھے ہو۔ تم اپنے انکل کو چائے بنا کر دو ناں۔"

اور پھر امجد کی امی اس کے ڈیڈی اور بہن کو لے کر کمرے سے باہر نکل گئی۔ اس کے خیال میں عنبر کے دماغ کا کوئی پیچ ڈھیلا ہو گیا ہوا تھا۔ اس کے جانے کے بعد امجد نے عنبر سے کہا۔

"انکل عنبر مجھے معاف کر دینا۔ میری امی اور ڈیڈی کی باتوں کا آپ نے ضرور برا مانا ہوگا۔"

عنبر بولا۔" ارے نہیں بیٹا یہ دنیا والے بھلا ہمیں کہاں سمجھ سکتے ہیں۔ اچھا اب تم مجھے ناگ کا دیا ہوا

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

منکہ دکھاؤ۔

امجد اندر چلا گیا اور الماری میں سے منکہ نکال کر لے آیا۔ عنبر نے منکے کو ہتھیلی پر رکھ کر غور سے دیکھا۔ اس میں سے اسے ناگ کی بو آ رہی تھی۔ جب امجد نے عنبر کو بتایا کہ ناگ نے کہا تھا کہ اگر کبھی اسے اس کو بلانے کی ضرورت پڑے تو منکے کو ہتھیلی پر گھس دینا تو عنبر نے کہا "میں ناگ کو بلانا چاہتا ہوں۔"

امجد بولا "مگر انکل! ناگ نے کہا تھا کہ اسے صرف اشد ضرورت کے وقت ہی بلایا جانا چاہئے۔"

عنبر کہنے لگا "مجھے اس وقت ناگ کی اشد ضرورت ہے۔"

"جیسے آپ کی مرضی۔"

"تم فکر نہ کرو۔ ناگ تمہیں کچھ نہیں کہے گا۔"

اور عنبر نے منکے کو اپنی ہتھیلی پر زور سے رگڑا۔ اس وقت ناگ سیاہ پوش پر اسرار عورت کی ہدایت پر صندوق میں بند دریائے فرات میں بہا جا رہا تھا۔ وہ اپنی مرضی کے خلاف سانپ بن چکا تھا اور اس کی ساری طاقت صندوق میں پھیلے ہوئے دھوئیں نے ختم کر دی تھی۔ اب وہ تین فٹ لمبا ایک عام سانپ تھا جو اپنی مرضی

کے مطابق کوئی بھی دوسری شکل اختیار نہیں کرسکتا تھا۔ لیکن اس کی یادداشت گم نہیں ہوئی تھی اسے اتنا پتہ تھا کہ وہ ناگ ہے اور اس کی طاقت پر اسرار سیاہ پوش عورت کی سازش کی وجہ سے عارضی طور پر ختم ہو کر رہ گئی ہے۔

جونہی عنبر نے امجد کو دیئے ہوئے اس کے منکے کو ہتھیلی پر گھسا اس کو پتہ چل گیا۔ اس کے جسم میں دو تین بار اپنے آپ حرکت پیدا ہوئی مگر اس کے سوا اور کچھ نہ کرسکا اگر اس کی طاقت ختم نہ ہوئی ہوتی تو وہیں سے اپنی جون بدل کر کسی نہ کسی طرح ڈھائی ہزار برس واپس ۱۹۸۳ء کے زمانے میں امجد کے پاس پہنچ جاتا۔ مگر اب وہ کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ سانپوں کے مہاراج سانپ کو بھی حکم نہیں دے سکتا تھا کہ وہ لاہور جا کر امجد کی مدد کرے کیونکہ اس نے ناگ کو مدد کے لئے بلایا تھا ناگ بے بسی کی حالت میں سانپ بنا بند صندوق میں پڑا رہا۔ اسے اپنی حالت پر رونا بھی آ رہا تھا اور غصہ بھی آ رہا تھا مگر وہ بے بس تھا کچھ نہیں کرسکتا تھا۔ اب تو وہ نہ ناگ تھا اور نہ ناگ دیوتا تھا بلکہ ایک عام کالا سانپ تھا جسے کوئی بھی سپیرا بین بجا کر پکڑ کر لے جا سکتا تھا۔

عنبر نے تین چار بار ہتھیلی پر منکہ رگڑا۔ مگر کوئی نتیجہ نہ نکلا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امجد بھی حیران تھا کہ ناگ ظاہر کیوں نہیں ہو رہا۔ اس نے کہا تھا کہ منکہ رگڑو گے تو میں فوراً تمہاری مدد کو پہنچ جاؤں گا

عنبر کسی گہری سوچ میں تھا۔ اس کے ذہن میں بار بار یہی خیال آ رہا تھا کہ ناگ ضرور کسی بھیانک مصیبت میں پھنس چکا ہے جس کی وجہ سے اس کی طاقت اس سے چھین لی گئی ہے اس نے یہ بات امجد کو بتانی مناسب نہ سمجھی

امجد کہنے لگا۔

"انکل کیا بات ہے ناگ کیوں نہیں آ رہا؟"

عنبر نے کہا۔ "کوئی مشکل ہو گی آنے میں۔ میرا خیال ہے ناگ کسی بہت دور کے زمانے میں نکل گیا ہے۔"

پھر عنبر نے منکے کو ہاتھ میں لے کر الٹ پلٹ کر غور سے دیکھا۔ منکے میں اسے ایک سوراخ نظر آیا۔ عنبر نے یونہی اس سوراخ کے ساتھ اپنی آنکھ لگائی تو ایک عجیب منظر نظر آیا۔ اس نے ایک دریا دیکھا جس کی لہروں پر ایک صندوق بہا چلا جا رہا تھا۔ امجد نے پوچھا۔

"انکل! سوراخ میں کچھ نظر آتا ہے؟"

عنبر نے منکہ امجد کو دے کر کہا۔

"دیکھو اس میں ایک دریا نظر آ رہا ہے۔"

"جس کی لہروں پر ایک صندوق بہا جا رہا ہے۔"

امجد نے منکہ آنکھ کے ساتھ لگایا تو سوراخ میں سے اسے بھی دریا پر بہتا ہوا صندوق دکھائی دیا۔ وہ حیران ہو کر بولا۔

"اس صندوق میں کیا ہے؟"

عنبر بولا۔ "یہی ایک راز ہے جس کو حل کرنا ہے۔"

لیکن دل میں عنبر سمجھ گیا تھا کہ ناگ ضرور اس صندوق میں بند ہے اور اسے کسی خفیہ اور زبردست طاقت سے اتنا بے بس کر دیا ہے کہ وہ اپنی مرضی سے کسی شیر یا ہاتھی کی شکل اختیار کر کے صندوق کو توڑ کر باہر نہیں نکل سکتا۔

"کیا انکل ناگ اس صندوق میں قید ہے؟"

امجد نے پوچھا۔

عنبر نے کہا۔

"کچھ کہا نہیں جا سکتا۔ ہو سکتا ہے ایسا ہی ہو۔"

پھر کچھ سوچتے ہوئے بولا۔

"ناگ کسی ناگہانی مصیبت میں ہے۔ مجھے اس کی مدد کے لئے اس کے پاس جانا ہو گا۔"

امجد بے اختیار بولا۔

"میں بھی آپ کے ساتھ جاؤں گا انکل۔"

عنبر نے امجد کی طرف دیکھا اور کہا۔

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

"تم کیسے جا سکتے ہو امجد۔ یہ بڑی خطرناک بات ہوگی۔ ہوسکتا ہے تم پھر واپس نہ آسکو۔"

امجد خاموش ہوگیا۔ اس کے چہرے پر ایسی مایوسی تھی جیسے کہہ رہا ہو۔ کاش میں بھی عنبر ناگ ماریا کے ساتھ ان کے پانچ ہزار سال پراسرار سفر میں شریک ہوسکوں۔

عنبر نے منکے کو دیکھ کر کہا۔

"ناگ کا دیا ہوا یہ منکہ کام آسکتا ہے۔"

عنبر نے ایک بار پھر منکہ آنکھ کے ساتھ لگا لیا اور اس کے سوراخ میں جھانکنے لگا۔ دریا کی لہروں پر صندوق اسی طرح بہا جا رہا تھا۔ عنبر کو اچانک ایک ترکیب سوجھی۔ اس نے امجد سے کہا۔

"میں ایک تجربہ کرنا چاہتا ہوں۔ ہوسکتا ہے میں اس میں کامیاب ہوکر ناگ کے پاس پہنچ جاؤں۔"

"کونسا تجربہ انکل؟" امجد نے پوچھا۔

عنبر نے صوفے پر سے اٹھتے ہوئے کہا۔

"مجھے کوٹھی کے پیچھے کسی ایسی جگہ لے چلو جہاں اور کوئی نہ ہو۔"

امجد نے عنبر کو ساتھ لیا اور کوٹھی کے پچھواڑے سے چھوٹے سے اجاڑ میدان میں آگیا۔ شام کے سائے گہرے ہونے

کی وجہ سے یہاں خاموشی اور ویرانی تھی۔ اس جگہ بڑ کا ایک بڑا پرانا درخت اگا ہوا تھا جس کا تنا ہاتھی سے بھی زیادہ موٹا تھا۔ عنبر اندھیرے میں اس درخت کے تنے کے سامنے جا کر کھڑا ہوگیا۔ اس نے پلٹ کر امجد کی طرف دیکھا۔ امجد اس سے تین قدم کے فاصلے پر کھڑا تھا۔

عنبر نے کہا۔

"میں ایک آخری ترکیب پر عمل کرنے لگا ہوں۔ ہوسکتا ہے اس تنے میں ایک سوراخ نمودار ہو جائے۔ میں اس میں داخل ہو جاؤں گا۔ تم ہرگز اس میں داخل ہونے کی کوشش نہ کرنا۔ وعدہ کرو۔"

امجد نے بے دلی کے ساتھ آہستہ سے کہا۔

"وعدہ کرتا ہوں۔"

مگر اس کا دل نہیں مان رہا تھا۔ عنبر نے ناگ کا منکہ مٹھی میں لے اس پر ایک خفیہ طلسم پڑھ کر پھونکا اور زور سے درخت کے تنے پر دے مارا۔ ایک ہلکا سا دھماکہ ہوا۔ سفید دھواں بلند ہوا اور درخت کے تنے میں ایک چوڑا سوراخ بن گیا۔ عنبر نے مڑ کر امجد کی طرف دیکھا اور جلدی سے کہا۔

"گھر چلے جاؤ۔"

اور اتنا کہہ کر تیزی سے سوراخ کے اندر چھلانگ لگا دی

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

امجد نے دیکھا کہ عنبر درخت کے تنے میں جو سوراخ بنا ہوا تھا اس کی دھند میں غائب ہو گیا۔ اس کے دل میں ایک زبردست خواہش طوفان کی طرح اٹھی اور اس نے کچھ سوچے سمجھے بغیر عنبر کے پیچھے پیچھے درخت کے سوراخ میں چھلانگ لگا دی۔

عنبر تو دریائے فرات کے کنارے عین اس جگہ گرا جہاں اس سے کچھ فاصلے پر دریا کی لہروں پر وہی صندوق بہا چلا جا رہا تھا جو اس نے مٹکے کے سوراخ میں سے دیکھا تھا۔ لیکن امجد نے چونکہ وعدہ کر کے اسے توڑا تھا اور اپنے وعدے کی پابندی نہیں کی تھی اس لئے وہ ایک ایسی جگہ گرا جہاں چاروں طرف سرخ رنگ کی چٹانیں ہی چٹانیں تھیں اور ان چٹانوں کے درمیان سے ایک کچا راستہ دور درختوں کی طرف جا رہا تھا۔ آسمان پر کالے رنگ کے بادل چھائے ہوئے تھے دن کا وقت تھا۔ امجد بے حد گھبرا گیا کہ خدا جانے وہ کہاں کس جگہ اور کس زمانے میں نکل آیا ہے۔ عنبر ناگ ماریا کی واپسی کی قسطوں میں اس نے اس طرح کے بہت سے واقعات پڑھے تھے کہ وہ لوگ اچانک کسی انوکھی دنیا میں نکل آتے ہیں۔ اب وہ عنبر ماریا کی طرح خود بھی ایک انوکھی دنیا میں نکل آیا تھا یہ سوچ کر وہ پریشان ہو گیا کہ ہو سکتا ہے اب وہ کبھی واپس لاہور گارڈن ٹاؤن اپنے پیارے ڈیڈی امی اور بہن کے پاس کبھی واپس نہ جا سکے وہ پچھتانے لگا کہ اس نے عنبر کے کہنے پر عمل کیوں نہ کیا اور اپنا وعدہ کیوں توڑا۔ اس نے بشرٹ اور قمیض چپل پہن رکھی تھی اور ایک اجنبی دنیا میں اکیلا رہ گیا تھا اسے یہ بھی نہیں معلوم تھا کہ وہ جس جگہ نمودار ہوا ہے وہ کونسا ملک ہے؟ اور کونسا شہر ہے! اور کون سا زمانہ ہے اور کس قدر تاریخ میں پیچھے کے زمانے میں نکل آیا ہے۔ ایک بار تو امجد کی آنکھوں میں آنسو آ گئے اور اپنی امی ابو اور بہن کو یاد کر کے بے حد اداس اور پریشان ہو گیا پھر اس نے حوصلہ کیا۔ ہمت سے کام لیا۔ دل کو مضبوط بنایا۔ خدا سے اپنی وعدہ خلافی کی معافی مانگی اور دعا کی کہ اے اللہ میاں میری مدد فرمانا اور مجھے خیریت سے واپس اپنے امی ڈیڈی کے پاس پہنچا دینا۔ اسے عنبر بھی اردگرد کہیں دکھائی نہیں دے رہا تھا۔ عنبر وہاں ہوتا تو امجد کو کافی حوصلہ ہو جاتا آخر اس نے خدا کا نام لیا اور اس کچے راستے پر چل پڑا جو درختوں کی طرف جا رہا تھا۔ موسم خوشگوار تھا۔ نہ سردی تھی اور نہ گرمی۔ امجد چلتا چلا گیا۔

عنبر کو کچھ معلوم نہ تھا کہ اس کے پیچھے امجد بھی چھلانگ لگا چکا ہے۔ وہ اس صندوق کو دیکھ رہا تھا جو دریا کی لہروں پر

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بہا چلا رہا تھا۔ عنبر نے دریا میں چھلانگ لگا دی اور تیرتا ہوا صندوق کے پاس پہنچ گیا۔ صندوق کے اندر بے بسی کی حالت میں سانپ کی شکل میں پڑے ہوئے ناگ نے عنبر کی خوشبو کو محسوس کر لیا تھا۔ عنبر کی خوشبو سے صاف ظاہر تھا کہ اس کے قریب آ رہا ہے مگر ناگ اس خیال سے بے حد اداس تھا کہ اس پر جو کچھ گزر رہی ہے وہ عنبر کو نہیں بتا سکے گا۔ بلکہ وہ تو عنبر کو یہ بھی نہیں بتا سکے گا کہ وہ ناگ ہی ہے ہاں اگر عنبر کو ناگ کی خوشبو آ گئی تو ہو سکتا ہے اسے شک پڑ جائے کہ شائد یہی ناگ ہے۔ مگر جب وہ یہ دیکھے گا کہ ناگ اپنی شکل نہیں بدل سکتا اور انسانی شکل بھی اختیار نہیں کر سکتا تو اسے ایک عام سانپ سمجھ کر چھوڑ دے گا اور واپس چلا جائے گا۔

عنبر کی خوشبو قریب آ رہی تھی۔

عنبر صندوق کے پاس پہنچ گیا تھا اور اب اسے لہروں پر کھینچتا ہوا واپس کنارے کی طرف لئے جا رہا تھا۔ کنارے پر لے جا کر عنبر نے صندوق کا ڈھکنا کھولا تو اندر کالے رنگ کا سانپ لیٹا ہوا تھا۔ عنبر سانپ کو غور سے دیکھنے لگا۔ سانپ بھی عنبر کو غور سے دیکھ رہا تھا مگر اسے سانپوں کی زبان میں بتا نہیں سکتا تھا کہ وہی ناگ ہے اور اس صندوق میں سے

اٹھنے والی سفید دھند نے اس کی ساری طاقت چھین لی ہے عنبر کو سانپ کے جسم میں سے ناگ کی ہلکی ہلکی خوشبو آ رہی تھی یہ خوشبو اتنی مدھم تھی کہ لگتا ہے یہ سانپ کبھی ناگ کے قریب سے ہو کر گزرا تھا یا کسی زمانے میں اس کی خدمت کرتا رہا تھا۔ عنبر نے سانپ کی آنکھوں کی طرف دیکھ کر سانپوں کی زبان میں کہا۔

"ناگ۔"

ناگ نے عنبر کی آواز پوری طرح سن لی تھی مگر وہ اسی زبان میں عنبر کو جواب نہیں دے سکتا تھا۔ اسے یوں محسوس ہو رہا تھا۔ جیسے کسی نے اس کی زبان بند کر دی ہے۔ وہ ایک بے بس و مجبور قیدی پرندے کی طرح عنبر کو تک رہا تھا۔ عنبر نے سانپ کی آنکھوں میں اس بے بسی کو صاف دیکھ لیا تھا اسے لگ رہا تھا کہ سانپ کچھ کہنا چاہتا ہے مگر کہہ نہیں سکتا وہ سوچنے لگا کہ اگر یہ ایک عام سانپ ہے تو پھر اس کی زبان کس نے بند کر دی ہے۔ کسی کو کیا ضرورت پڑی تھی کہ وہ کسی عام سانپ کی زبان بند کر کے اسے صندوق میں ڈال کر دریا کی لہروں کے سپرد کر دیا۔ ثابت ہوا کہ یہ کوئی خاص سانپ ہے۔ یعنی یقیناً ناگ ہے جس پر کسی نے جادو کر دیا ہے اور اس کی طاقت جادو طلسم کے زور سے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

ضائع کر دی ہے۔ عنبر نے کہا۔
"ناگ! کیا تم واقعی ناگ ہو؟"
سانپ نے اپنا سر آگے پیچھے یوں ہلایا جیسے کہہ رہا ہو، ہاں دوست میں ہی ناگ ہوں۔ خدا کا شکر ہے تم نے مجھے پہچان لیا۔ ناگ کو اس بات سے بڑی تسلی اور خوشی ہوئی تھی کہ عنبر نے اسے پہچان لیا تھا۔ عنبر نے جب دیکھا کہ سانپ ہاں کے انداز میں آگے پیچھے سر ہلا رہا ہے تو جہاں اسے اس بات سے بے حد خوشی ہوئی کہ وہ ناگ ہی ہے وہاں اسے اس بات سے بے حد تکلیف ہوئی کہ یہ ناگ کو کیا ہو گیا ہے اور اس کی یہ حالت کس نے بنائی ہے۔ عنبر نہ اسے کچھ کہہ سکتا تھا اور نہ اس سے کچھ پوچھ سکتا تھا۔
عنبر کو یقین ہو گیا کہ سانپ ناگ ہی ہے مگر کسی کے جادو کے اثر سے اپنی طاقت کھو چکا ہے عنبر نے وہیں درختوں کی شاخوں کو کاٹ کر اس کی چھوٹی سی ٹوکری بنائی۔ اس میں ناگ کو بند کر کے اوپر پتوں کا ڈھکنا دیا اور اٹھا کر دریا کے کنارے کنارے روانہ ہو گیا۔ ابھی وہ دس بارہ قدم ہی چلا ہو گا کہ اس نے دیکھا کہ وہ صندوق جس میں ناگ بند تھا اس کے ساتھ ساتھ لہروں پر بہتا چلا آ رہا ہے۔ عنبر کو یہ بات عجیب سی لگی۔ وہ رک گیا۔ صندوق بھی لہروں پر اسی جگہ

ٹھہر گیا۔ پہلے ایسا کبھی نہیں ہوا تھا۔
عنبر نے درخت کی ایک شاخ سے صندوق کو اپنی طرف کھینچا۔ صندوق کنارے پر آیا تو عنبر نے اسے کھول کر دیکھنا چاہا کہ اندر کون سی چیز ہے۔ جس کی وجہ سے صندوق اپنے آپ رک گیا تھا۔ جونہی اس نے صندوق کا ڈھکنا کھولا اس کے اندر سے بجلی کی کڑک کے ساتھ ایک شعلہ باہر کو لپکا جس نے عنبر کو اپنی لپیٹ میں لے لیا۔ عنبر نے اس ٹوکری کو جس میں ناگ بند تھا اپنے بازوؤں میں چھپا لیا تاکہ اس پر آگ کا اثر نہ ہو۔ کیونکہ ٹوکری کو آگ لگ سکتی تھی اور چونکہ ناگ کی طاقت ختم ہو چکی تھی اس لئے وہ بھی آگ میں جل سکتا تھا۔
اس کے ساتھ ہی عنبر ایک طرف کو بھاگا۔
وہ آگ کے شعلے سے باہر نکل گیا۔ اس پر تو آگ اثر نہیں کر سکتی تھی۔ اس نے ٹوکری کو دیکھا۔ اس کے بازوؤں میں آجانے کی وجہ سے ٹوکری بھی آگ سے بچ گئی تھی۔ عنبر نے خدا کا شکر ادا کیا۔ سکھ کا سانس لیا۔ پھر پلٹ کر ارد گرد جو دیکھا تو نہ وہاں دریا تھا اور نہ وہ درخت ہی تھے وہ ایک بہت بڑے مندر کی دیوار کے پاس کھڑا تھا اور ٹوکری اس کے ہاتھ میں تھی جس میں ناگ سانپ کی شکل میں بند تھا۔ مندر کی دیوار پتھر کے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

بڑے بڑے چوکور ٹکڑے کاٹ کر بنائی گئی تھی۔ عنبر ذرا آگے بڑھا تو مندر کا دروازہ آگیا۔ وہاں دو آدمی تانبے کے خود سر پر رکھے نیزے لئے پہرہ دے رہے تھے۔ انہوں نے عنبر کو دیکھا تو شور مچا دیا۔

"دیوتا مرروخ نے قربانی قبول کر لی۔ اس نے وہ شخص بھیج دیا جس کو ہم نے قربان کرنا ہے۔ اسے پکڑ لو۔"

شور کی آواز سن کر مندر سے کتنے ہی ہٹے کٹے پجاری اور سپاہی نیزے اور تلواریں لئے باہر نکلے اور انہوں نے عنبر کو گھیرے میں لے لیا۔ عنبر کو اپنی کوئی پرواہ نہیں تھی اسے صرف ناگ کی فکر تھی۔ کیونکہ اسے نقصان پہنچ سکتا تھا اور وہ اپنا بچاؤ نہیں کر سکتا تھا۔ پہلے اس نے سوچا کہ سانپ کو چھوڑ دے۔ پھر خیال آیا کہ یہ لوگ سانپ کے ٹکڑے کر دیں گے۔ اس نے ٹوکری بغل میں دبا لی اور پوچھا۔

"بھائیو! تم لوگ کیا چاہتے ہو؟"

ایک موٹی توند والے پجاری نے کہا۔

"ہم تمہیں دیوتا مرروخ پر قربان کریں گے۔ تم خوش قسمت ہو۔ دیوتا نے تمہیں اپنی قربانی کے لئے خود چن کر یہاں بھیجا ہے۔"

عنبر نے کہا۔

"تم سے بھول ہوئی ہے میں وہ آدمی نہیں ہوں جسے دیوتا مرروخ نے یہاں بھیجا ہے۔"

پجاری بولا۔

"دیوتا مرروخ کبھی غلطی نہیں کر سکتا۔ کل رات دیوتا نے مجھے خود خواب میں آکر کہا ہے کہ صبح جو آدمی ہاتھ میں ٹوکری لئے مندر کے دروازے پر آئے گا اسے مجھ پر قربان کر دینا۔"

عنبر نے کہا۔

"یہ محض ایک خواب ہے۔ اس میں سچائی نہیں ہے۔"

پجاری نے کڑک کر کہا۔

"تم کون ہوتے ہو میرے خواب کو جھٹلانے والے؟ یہ ٹوکری مجھے دے دو۔"

پجاری کی اس خواہش کے ساتھ ہی سب لوگ عنبر پر ٹوٹ پڑے اور انہوں نے اس کے ہاتھ سے ٹوکری چھین لی۔ ٹوکری فرش پر گر پڑی اور اس میں سے سانپ نکل کر تیزی سے مندر کے اندر داخل ہوگیا۔ عنبر سانپ کے پیچھے بھاگا۔ بڑے پجاری نے جب دیکھا کہ عنبر سانپ کو ہر حالت میں بچانا چاہتا ہے اور اس نے ایک خفیہ منتر پڑھ کر جدھر سانپ

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

گیا تھا پھونکا۔ اس منتر کے اثر سے سانپ ایک پنجرے میں بند ہو کر مندر کی چھت کے ساتھ لٹکنے لگا۔ پجاری نے ہاتھ اٹھا کر گرج دار آواز میں کہا۔

"دیوتا مرروخ کے شکار غور سے سنو! اگر تم اپنے سانپ کی جان بچانا چاہتے ہو تو جیسا ہم کہتے ہیں ویسا ہی کرو۔ اگر تم نے ہمارے کہنے پر عمل نہ کیا تو میں ایک ایسا منتر پھونکوں گا کہ یہ سانپ اس جالی دار پنجرے میں جل کر راکھ ہو جائے گا۔"

یہ سن کر عنبر نے ہتھیار ڈال دیئے۔ وہ جہاں تھا وہیں کھڑے کا کھڑا رہ گیا۔ کیونکہ ناگ کی زندگی خطرے میں تھی۔ وہ ناگ کو ہر حالت میں زندہ رکھنا چاہتا تھا۔ اس نے پجاری کی طرف دیکھ کر کہا۔

"میں اپنے آپ کو قربانی کے لئے پیش کرتا ہوں۔"

عنبر کو بڑے پجاری کے حکم پر اسی وقت گرفتار کر کے لوہے کی زنجیروں میں جکڑ کر مندر کی ایک تاریک پتھر کی دیواروں والی کوٹھڑی میں بند کر کے باہر تالا لگا دیا۔ مندر میں اعلان کر دیا گیا کہ قربانی آدھی رات کو دی جائے گی۔ مندر میں مرروخ دیوتا کا بہت بڑا بت بنا ہوا تھا۔ جس کے نیچے پتھر کا چبوترہ تھا۔ اس چبوترے پر قربان کئے جانے والے

انسان کو ڈال کر اسے ذبح کر دیا جاتا تھا۔ شام کو سارے مندر میں چراغاں کیا گیا۔ گھی کے چراغ جلا دیئے گئے۔ قربانی کی تیاریاں شروع ہو گئیں۔ طرح طرح کی اگربتیاں اور عنبر سلگا دیئے گئے۔ مندر میں خوشبوئیں پھیل گئیں۔ عنبر کوٹھڑی میں بیٹھا سوچ رہا تھا کہ وہ ناگ کو کس طرح پجاری کی نظروں سے بچا کر وہاں سے نکال کر فرار ہو جائے۔ اگر پجاری نے منتر پھونک دیا تو کہیں ایسا نہ ہو کہ ناگ سچ مچ جل بھسم ہو جائے۔ کیونکہ ناگ مر سکتا ہے۔ جل کر بھسم بھی ہو سکتا تھا۔ عنبر کو اپنی کوئی فکر نہیں تھی۔ کیونکہ اسے تو کوئی بھی ذبح نہیں کر سکتا تھا۔ عنبر کو یہ بھی خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ جب وہ ذبح نہ کیا جا سکے تو بڑا پجاری غصے میں آ کر ناگ کو دیوتا پر قربان کر دے۔ عنبر کو طرح طرح کے خیالات ستا رہے تھے۔ اگر وہ زنجیریں توڑ کر باہر نکلتا ہے تو بڑا پجاری منتر پڑھ کر اس وقت چھت سے لٹکے ہوئے جالی دار پنجرے میں بند ناگ کو جلا ڈالے گا۔ یہ بات رہ رہ کر عنبر کو پریشان کر رہی تھی۔

ادھر ایسا ہوا کہ مندر میں جو طرح طرح کی خوشبوئیں سلگ رہی تھیں ان میں کالے ہرن کی کستوری کی خوشبو بھی تھی جو عنبر کی خوشبو دار دھوئیں کے ساتھ مل کر جب اوپر اٹھتی ہوئی ناگ کے جالی دار پنجرے میں پہنچی تو ناگ نے ایک جھرجھری سی لی۔ اسے

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

یوں لگا جیسے اسے ہوش آرہا ہے اور اس کی کھوئی ہوئی طاقت واپس آرہی ہے۔ اس نے پنجرے کے اندر رینگنا شروع کردیا۔ ناگ سانپ کی شکل میں لمبے لمبے سانس لے کر خوشبو کے دھوئیں کو اپنے جسم میں داخل کرنے لگا۔ اس کا یہ اثر ہوا کہ ایک منٹ کے بعد ناگ اپنے اندر پھر وہی طاقت محسوس کرنے لگا۔ اس کا طلسم ٹوٹ چکا تھا۔ جادو ختم ہوچکا تھا۔ اس نے ایک گہرا سانس اندر کو کھینچا اور دوسرے ہی لمحے دھاگے کی طرح باریک سانپ بن کر پنجرے کی جالی سے نکل آیا اور مندر کی چھت پر رینگتا ہوا دیوار پر آگیا۔ یہاں اسے خوشبوؤں میں عنبر کی خوشبو صاف آرہی تھی اس نے پنجرے میں سے دیکھا تھا کہ بڑا پجاری اور مندر کے دوسرے سپاہی اور پجاری عنبر کو لے کر ایک کوٹھڑی کی طرف گئے تھے۔ ناگ باریک سیاہ سانپ کی شکل میں عنبر کی خوشبو کے پیچھے پیچھے رینگتا اس کوٹھڑی میں داخل ہوگیا۔ جس میں عنبر زنجیروں میں جکڑا پڑا تھا۔

عنبر نے ایک دم ناگ کی تیز خوشبو محسوس کی۔ اس نے اپنے اردگرد دیکھا۔ وہاں ناگ سانپ کی شکل میں کہیں بھی تھا۔ اچانک ناگ انسانی شکل میں عنبر کے سامنے آگیا۔ عنبر نے اپنے سامنے کوٹھڑی میں اتنی مدت بعد ناگ کو دیکھا تو خوشی سے اس کی آنکھوں میں آنسو آگئے۔ اس نے ناگ

ر گلے لگا لیا۔ پھر پوچھا۔

"تم پر تو جادو کر دیا تھا کسی ظالم نے۔"

ناگ بولا۔

"ہاں عنبر بھیا! مگر اب وہ جادو خدا کے حکم سے ٹوٹ چکا ہے۔ آؤ اب یہاں سے نکل چلیں۔ کیا ماریا کا کچھ پتا ہے کہ وہ کہاں ہوگی۔"

عنبر نے کہا۔

"تمہارے علاوہ ماریا کی بھی کوئی خبر نہیں تھی۔ خدا نے تمہیں ملا دیا ہے۔ اب ماریا کو بھی کہیں نہ کہیں ڈھونڈ لیں گے۔ چلو یہاں سے چلتے ہیں۔"

عنبر نے ایک سیکنڈ میں زنجیریں توڑ کر پرے پھینک دیں پھر باریک سیاہ سانپ بن گیا۔ عنبر نے کوٹھڑی کے دروازے تھ کی ہتھیلی ماری اور دروازہ ٹوٹ کر دور جا گرا۔ مندر میں مچ گیا۔ سب عنبر کو پکڑنے کے لئے دوڑے۔ عنبر بڑے ن سے اپنی جگہ کھڑا ہوگیا۔ جس نے عنبر پر حملہ کیا وہ اپنی گردن کر ایسا گرا کہ پھر نہ اٹھ سکا۔ بڑے پجاری نے منتر پڑھ کر ناگ کے پنجرے پر پھونکا۔ ایک شعلہ بلند ہوا اور پنجرہ جلنے مگر ناگ تو وہاں تھا ہی نہیں۔ دوسری بار منتر پڑھ کر عنبر پر کا۔ مگر عنبر پر کوئی اثر نہ ہوا۔ عنبر نے بڑے پجاری کو گردن

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

سے پکڑ کر اوپر اٹھایا اور مرروخ کے بت کی طرف اچھال دیا پجاری بت کی ناک سے ٹکرا کر دھپ سے گرا اور اس کی ہڈیاں چور چور ہو گئیں۔ یہ حال دیکھ کر سب لوگ وہاں سے بھاگ گئے۔

ناگ نے انسانی شکل اختیار کی اور عنبر کے ساتھ مندر سے باہر نکل آیا۔ عنبر نے ناگ کے ہاتھ میں ہاتھ ڈالا اور ماریا کی تلاش میں ایک طرف روانہ ہو گئے۔

گارڈن ٹاؤن لاہور کے دسویں جماعت کے طالبعلم امجد پر کیا بیتی؟ وہ کس ملک میں نکل آیا تھا؟
ماریا قدیم بابل کی ملکہ کے روپ میں قتل ہونے کے بعد کہاں گئی؟
عنبر ناگ اور ماریا۔ ان تینوں کی ملاقات کہاں ہوئی؟
یہ آپ اس سے اگلی قسط نمبر ۶۳ میں پڑھیں گے جس کا عنوان "خالی تابوت، یاقوتی سانپ" ہے

یکم جنوری ۱۹۸۴ء کو نئے سال کی آمد پر اے حمید کا تحفہ ملے تو ہے نا خوشی کی بات!

انسپکٹر احمد کی پراسرار فائیل

ایسے افراد کے جرائم کی فائیلیں جو واردات کرتے وقت نشان تک نہ چھوڑتے اور پھر اُن کے کیس کی فائیل داخل دفتر کر دی جاتی۔ اے حمید کا انسپکٹر احمد اور اُس کا اسسٹنٹ یاور کس طرح مجرموں میں رہ کر اُن کی بیخ کنی کرتا ہے؟
انتہائی پُراسرار، خوفناک اور قدم قدم پر درپیش خطرات جو آپ کے رونگٹے کھڑے کر دیں گے ——— یہی اے حمید کے قلم کا جادو ہے!

یکم جنوری ۱۹۸۴ء سے
ہر ماہ باقاعدگی سے ۲ ناول شائع ہوں گے

بک بینک ۴۔ مچھلی منڈی عقب اُردو بازار لاہور ۲

COURTESY WWW.PDFBOOKSFREE.PK

عنبر ناگ ماریا

موت کے تعاقب کی وا...

۵ ہزار سالہ سفر کی پر اسرار اور سنسنی خیز داستان

مصنف: اے حمید

۱- لاش سے ملاقات ۵/-
۲- جہاز ڈوب گیا ۵/-
۳- مندر کی چڑیل ۵/-
۴- پُراسرار غار کی مُورتی ۵/-
۵- ناگ لندن میں ۵/-
۶- تابوت میں سانپ ۵/-
۷- موت کا دریا ۵/-
۸- سانپ کا انتقام ۵/-
۹- سانپ کی آواز ۵/-
۱۰- ناگ کا قتل ۵/-
۱۱- شاہ بلوط کا خزانہ ۵/-
۱۲- پتھر کا ہاتھ ۵/-
۱۳- طوفانی سمندر کا بھوت ۵/-
۱۴- ڈائنا سورس کا جزیرہ ۵/-
۱۵- سیاہ پوش سایہ ۵/-
۱۶- انسانی تتلی ۵/-
۱۷- سانپوں کا جنگل ۵/-
۱۸- ماریا اور بن مانس ۵/-
۱۹- قبر نما انسان ۵/-
۲۰- لکشمی دیوی کا انتقام ۵/-
۲۱- ناگ اور جادوئی ترشول ۵/-
۲۲- ناگ عنبر مقابلہ ۵/-
۲۳- لاش کی چیخ ۵/-

۲۴- آسیب کی رات ۵/-
۲۵- ۹۹ سیڑھیوں کا راز (سلور جوبلی نمبر) ۱۵/-
۲۶- عنبر پھانسی کی کوٹھڑی میں ۵/-
۲۷- ماریا اور جادوگر سانپ ۵/-
۲۸- نقلی ناگ کی سازش ۵/-
۲۹- بابل کی بدرُوحیں ۴/-
۳۰- قبر کی دُلہن (خاص نمبر) ۷/۵۰
۳۱- آدھا گھوڑا آدھا انسان ۵/-
۳۲- ناگ ناگن مقابلہ ۶/-
۳۳- ایک آنکھ والی عورت ۶/-
۳۴- مُردوں کی شہزادی ۶/-
۳۵- سانپوں کا دربار ۶/-
۳۶- قبر اور ڈھانچہ ۶/-
۳۷- عقرب دیوتا کا پجاری ۶/-
۳۸- کٹا ہُوا زندہ ہاتھ ۶/-
۳۹- عنبر لاہور میں ۶/-
۴۰- چڑیلوں کی ملکہ (خاص نمبر) ۱۳/-
۴۱- مُردہ ہونٹ اور ماریا ۸/-
۴۲- رات کا کالا کفن ۶/-
۴۳- کھنڈرات کی بدرُوحیں ۶/-
۴۴- ممباطوش اور ناگ ۶/-
۴۵- ماریا سونے کی مُورتی ۶/-
۴۶- ناگ غائب ہو گیا ۷/۵۰

۴۷- خون کی آبشار ۷/۵۰
۴۸- شیشے کی آنکھ پتھر کا دل ۷/۵۰
۴۹- خونی لومڑی ۷/۵۰
۵۰- کھوپڑیوں کا محل (گولڈن جوبلی نمبر) ۱۵/-
۵۱- ماریا بوتل میں بند ہو گئی ۷/۵۰
۵۲- خون کی پیاس ۷/۵۰
۵۳- ناگ اور سُپرمین
۵۴- پتھریلی آنکھ والا جاسوس
۵۵- ناگ اور ناگن رنگا متی
۵۶- چار پُراسرار سپیرے
۵۷- امبا دیوی کی مُورتی
۵۸- خفیہ منتر کی تلاش
۵۹- موت کا وعدہ
۶۰- اور قبر کُھل گئی
۶۱- شاہی لاش کا راز
۶۲- ماریا قتل ہو گئی
۶۳- خالی تابوت یاقوتی سانپ
۶۴- ماریا اور ممی کی لاش
۶۵- نیلی قبر کا خفیہ راستہ
۶۶- عنبر سانپ بن گیا

نیا مکتبہ اقرأ، ۱۴/بی شاہ عالم مارکیٹ، لاہور